

بیت‌المنهج جماعت نوری

# حرمت ملت

سب الاشرار  
میتهم مضموم جیلانی  
۱۳۰۳

کتابخانه بازار انا صاحب لاهور

# رسالہ حرمتِ متعہ

جس میں از روئے نصوص صریحہ و احادیث صحیحہ عقل سے اور نقل سے حرمتِ متعہ ثابت کی گئی ہے اور وضع کر دیا گیا ہے کہ متعہ ایک ایسا فعل ہے کہ جس کو کوئی باعزت اور ویشدار انسان اپنے اور اپنی اولاد کے لئے جائز قرار نہیں دے سکتا۔ نیز ان تمام دلائل و براہین کا رد کیا گیا ہے جو علمائے مخالفین جوازِ متعہ میں پیش کرتے ہیں :

مینجر فاروقی کتب خانہ فاروق گنج بیرون شیرالوالہ دروازہ لاہور  
نے پہلی بار چھپوا کر شائع کی۔

خاص اہل سنت والجماعت کے استفادہ کے لئے

## ڈریبارہ طبع کی گئی

نوری کتب خانہ یازار داتا صاحب لاہور



# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## وجہ تالیف کتاب

اس سے پہلے شیعہ صاحبان متو کے جواز میں کئی کتابیں لکھ چکے ہیں چنانچہ مولوی حائری صاحب کے ذیلہ بذکر گواری برہان المتعہ لاہور میں اقتتنبیہ المنکرین دہلی وغیرہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر چونکہ یہ کتابیں عام طور پر شیعیان تک ہی محدود تھیں۔ اس لئے ہمیں اس مسئلہ پر قلم اٹھانے کی چنداں ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی۔ مگر چونکہ شیعان لاہور نے حضرت صادقؑ کے حکم کے خلاف تقیہ کو چھوڑ کر اپنے مذہب کو روشنی میں لانا شروع کر دیا ہے جس سے یقیناً وہ حضرت جعفر کے ارشاد مندرجہ اصول کافی کے مطابق **اِذَا عَدَا ذَلَهُ اللَّهُ ذَلِيلٌ** ہو گئے۔ چنانچہ لاہوری امامیوں کے ایک شیعہ واعظ مولوی محسن علی شاہ صاحب سبز داری نے ایک رسالہ مسیئہ بہ عجلالہ نافعہ لکھا ہے جو چھاپ کر اہل سنت والجماعت میں مفت تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کے خلاف بہت کچھ ذہر اُگلا ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ مولوی سبز داری صاحب ایک غیر متعصب شیعہ ہیں اور وہ مولوی حائری وغیرہ کی طرح بزرگان دین پر جلے دل کے پھیپھوے نہیں پھوڑا کرتے۔ مگر عجلالہ نافعہ نے ثابت کر دیا کہ یہ ایرانی گروہ تمام کا تمام علی صلاۃ واحدہ کا حکم مکتا ہے۔ اس پر چھوٹا سا جاں عالم بزرگان دین کی بے ادبی کرنے میں یکساں سرگرم کار ہے۔ سبز داری مولوی صاحب اپنے آپ کو غیر متعصب بیان کر کے ضلوع بحث وغیرہ کے بے خبر اشخاص کو صیرہ شیعیت کی تعلیم اور کتے عرصہ تک دے سکتے تھے۔ آخر ایک دن شان سبز داری اپنے اصل رنگ میں ظاہر ہوئی تھی چنانچہ

وہ ہو کر رہی۔ اور نافعہ عجالہ نے ان کی اصلی صورت کو نمایاں کر ہی دیا۔  
 ناظرین جیران ہوں گے کہ شان مبارک کی کیا معنی۔ لہذا ہم ان کو زیادہ  
 انتہا میں رکھنا نہیں چاہتے اور بتا دیتے ہیں سبزوار ایران میں ایک شہر ہے۔  
 جس کے بسنے والے سخت متعصب رافضی ہیں۔ اس کی تصدیق مولانا مونی گھنوی  
 معنوی سے ہوتی ہے چنانچہ مذکور ہے کہ محمد خوارزم شاہ نے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کو برا کہنے والوں کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ رافضیوں نے اس وقت کیا سید  
 مولانا ہی کی زبان سے سن لو۔

سجدہ آوردند پیشش کالاماں      حلقہ ماں در گوش گن وانش جاں  
 یعنی لگے سجدے کرنے۔ اور جان کی امان چاہنے۔ خوارزم شاہ نے  
 گفت نرمانید از من جان خویش      تانیا ریدم ابو بکر سے بہ پیش  
 بدو تان بچوشت اے قوم دول      نے خراج استاخم و نے ہم فصول  
 کہا تمہاری جان بخشی کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے۔ کہا اپنے شہر میں سے ایک ابو بکر پیدا  
 کر دو مجھے تمہارے خراج اور سجدوں کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ رکے بود  
 ابو بکر اندر سبزوار۔ یا مجموعہ خشک اندر جو تیار کہ جس طرح نر میں وھیل خشک نہیں رہ  
 سکتا۔ اسی طرح سبزوار میں ابو بکر کا ہونا ناممکن ہے۔ ہم سے جتنا مال و زر چاہیں لے  
 لیں۔ لیکن ابو بکر کا مطالبہ نہ کریں یہ سن کر شاہ نے

رو بجاہ از رو گفت لے مغاں      تانیا ریدم ابو بکر رضا مغاں  
 پیچ سوئے نیست کوک نیستم      تا بزدیم از تاں خوش شوم  
 سیم وز کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کہا کہ میں اس کا بھوکا نہیں ہوں۔ اے آتش  
 پرستو! جب تک ابو بکر کا تحفہ مجھے لا کر نہیں دو گے نجات نہیں پاؤ گے۔ الغرض یہ  
 جواب سن کر وہ ابو بکر کی تلاش میں چار سو پھیل گئے۔ اور تین چار دن کے سفر کے بعد

ایک گوہر قصود حاصل ہو گیا۔ اس کو کندھ پر اٹھا کر خرم شاہ کے پاس لے آئے  
اور ایک ابوبکرؓ کے نام کے تصدیق سبزوار نے امان پائی۔ اگر کتاب سبزوار ہی مخاطب  
اسمان مندی اور حق شناسی کا مادہ رکھتے ہوتے۔ تو عجالہ نافعہ میں حضرت ابوبکر  
صدیقؓ کے منہ اگر اس طرح منہ کی نہ کھاتے۔ مگر مجبور ہیں۔ کُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ  
إِلَى أَصْلِهِ :

خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا لیکن ہمیں اس وقت کتاب ہذا کی وجہ تالیف بتانا  
ہے۔ سو عرض ہے کہ اہل سنت میں مفت تقسیم کردہ عجالہ نافعہ میں سبزوار صاحب  
نے ایک باب باندھا ہے۔ جس میں متعہ کو اسلامی مسئلہ سمیت کرنے کی ناپاک  
کوشش کی ہے۔ اسی طرح شیعوں کے علامہ حائری نے ۲۸۔ اکتوبر کو تکیہ سے  
باہر نکل کر متعہ کو قرآن سے ثابت شدہ مسئلہ بتایا۔ اور اس کا حرام کرنے والا حضرت  
عمرؓ کو بتایا۔ اس لئے ہم نے یہ رسالہ بڑی عرق ریزی سے لکھ کر اس مسئلہ کا تار و پود  
الگ الگ کر کے بتلادیا ہے۔ کہ متعہ کا اسلام سے کیا تعلق ہے۔ اور ایک باغیرت  
انسان کی فطرت کہاں تک اس حیا سوز مسئلہ کو قبول کر سکتی ہے۔ فَاِخْتَبِرُوا  
يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ :

مؤلف

دسمبر ۱۹۲۲ء



# ابواب کتاب ہذا

تمہید کے علاوہ جس میں متعہ کے اصطلاحی معانی اور موازنہ زنا و متعہ درج ہے۔ یہ دو سال تین باہوں پر مقسم ہے۔

**باب اول**۔ دلائل عقلیہ پر مشتمل ہے جس کو دو فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

**فصل اول** میں ہمارے دلائل عقلیہ نسبت حرمت متعہ کا ذکر ہے۔

**فصل ثانی** میں شیعوں کے دلائل عقلیہ نسبت حلیت متعہ اور ان کے جوابات میں

**باب دوم** میں آیات قرآنی سے حرمت متعہ ثابت کی گئی ہے۔ اور جس اعتراضات

شیعوں کی طرف سے ان آیات کو ٹوڑ کر کہے گئے ہیں۔ ان کے مفصل جوابات دیے گئے ہیں

**باب سوم** میں احادیث شیعہ و سنی پر کمال تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کی دو فصلیں ہیں۔

**فصل اول** میں احادیث اہل تشیع کا تذکرہ ہے جس کو پھر آگے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے

حصہ اول میں روایات حرمت صریحہ اور

حصہ دوم میں روایات حرمت استدلالیہ درج ہیں۔ اور

**فصل ثانی** میں صرف ان احادیث اہل سنت والجماعت کا بیان ہے جنہیں شیعہ

صحابان حلیت متعہ کے متعلق تصور کرتے ہیں۔ اور ان کی مفصل تشریح و توضیح۔



# تمہید

## متنع کے لغوی و اصطلاحی معنی

الاستمتاع في اللغة الانتفاع وكل من انتفع به فهو متاع

متنع کے لغوی معنی نفع و فائدہ کے ہیں۔ اور شیعوں کی شرعی اصطلاح میں جب ایک مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو مقررہ وقت کے لئے اور مقررہ اجرت کے عوض جماعت کی خاطر ٹھیکہ پر لے۔ تو اس کے اس فعل کو متنع کہتے ہیں انہا ہی مستاجرة (ترجمہ) تحقیق متنعہ عورت ٹھیکہ کی چیز ہوتی ہے۔  
(کافی جلد ۲ کتاب اول ص ۱۹۱)

### موازنہ متنعہ و زنا

متنعہ اور زنا میں کل مراحل یکساں ہیں۔ سوا اس کے کہ زنا میں صیغہ متنعہ نہیں پڑھا جاتا اور متنعہ میں یہ صیغہ اس طرح پڑھا جاتا ہے کہ عورت کہتی ہے۔ متنعك نفسي (ترجمہ) میں نے اپنے نفس کو تیرے متنعہ میں دیا۔ اور مرد کہتا ہے۔ قبلتك (ترجمہ) میں نے قبول کیا تجھ کو (جامع عباسی) ص ۱۳۱۔  
متنعہ اور زنا میں امور مشترک حسب ذیل ہیں۔

۱۔ زنا اور متنعہ دونوں صورتوں میں معاوضہ پیشگی دیا جاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ زنا کی پیشگی کو خیرگی اور متنعہ کی پیشگی کو اجرت کہتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں معاوضہ کی ادائیگی پیشگی اس لئے قرار دی گئی ہے (تبیہ المنکرین ص ۱۱) کیونکہ مابعد کا دعویٰ عدالت میں ممنوع السماعت ہے۔ اس لئے کہ یہ معاوضہ ناجائز کا ہے۔

۲۔ زنا میں خیرگی کا تعین نہیں ہے۔ اور متنعہ میں اجرت کا نہیں۔ ایک مٹھی گندم (کف من بر) یا ایک لقمہ طعام (کف من طعام کافی جلد ۲ کتاب اول ص ۱۹۲) سے لے کر

استعداد رقم نقد ہو سکتا ہے دونوں صورتوں میں مرد کی حیثیت جو علم پر اس کا انحصار ہے۔

۳۔ زنا کے لئے تعین وقت ضروری ہے۔ اور متعہ بھی اس کے بغیر ناجائز ہے۔ اگر بیعاد

بیعاد گھر میں گھنٹہ کی رو سے عین نہ ہوگی تو متعہ باطل ہے (جامع عباسی ص ۱۳) خواہ

وقت ایک گھر میں گھنٹہ سے نیکر ایک ماہ یا ایک سال ہو مرد کی فرصت و حیثیت اس امر کا فیصلہ کر سکتی

۴۔ زنا میں بھی تنائی اور پوشیدگی ضروری ہے۔ اور متعہ کے لئے بھی اشتہار و اعلان کی

ضرورت نہیں و تمذیب را محکام۔ باب النکاح، لیس فی المتعہ اشتہار و الاعلان

۵۔ زنا چونکہ فعل غیر شرعی ہے۔ اس لئے عورتوں کی قید شرعی طور پر بحث فعل

کوئی ہے۔ خواہ مرد ایک وقت میں دس عورتوں سے زنا کرے ماسی طرح متعہ میں بھی اس قسم کا

کوئی تعین نہیں ہے۔ تزوج منهن الفأفأ فنهق صست اجرامت و ترجمہ ہزار عورتوں

سے متعہ کرے کہونکہ وہ ٹھیکہ کی چیزیں میں دکانی جلد کتاب ادل ص ۱۹ اسی طرح استنبصار

کے باب "يجوز الجمع بين أكثر من اربعة في المتعہ" میں زنا سے روایت ہے "ما يحل

من المتعہ قال كدر شئت و ترجمہ متعہ کتنی حلال میں۔ فرمایا جس قدر چاہو۔

۶۔ پیشہ و زنا نیز عورتیں بے حجاب ہما کرتی ہیں۔ اور متعہ کے لئے بھی پردہ

کی قید لگانی ناجائز ہے۔ استنبصار کتاب الحدود باب ما يحسن۔

۷۔ زنا بغرض رفع حاجت شہوانی ہوتا ہے۔ نہ کہ بغرض بقائے نسل انسانی

اور متعہ کی بھی غرض دعائیت یہی ہوتی ہے۔ و تبيين المنكرين ص ۱۰۔ بلکہ متعہ میں منی کا خروج

اور اس کا پھینکنا مقصود ہوتا ہے۔ خواہ مرد بوقت انزال منی عورت کے رحم سے باہر ہی

گرا دیوے (جامع عباسی ص ۱۵)۔

۸۔ زنا میں بھی جس وقت مرد چاہے۔ بلا طلاق دیئے اپنے آپ کو عورت

سے الگ کر سکتا ہے۔ اور یہی حالت بعینہ متعہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ طلاق کی

ضرورت یہاں بھی نہیں (جامع عباسی ص ۱۳)۔



۹۔ زنا میں بھی نہ تو ارث فی الاولاد ہے۔ اور نہ فی مابین فریقین یعنی نہ اولاد کو حق وراثت پہنچتا ہے نہ مرد و عورت میں سے کسی کو اور یہ ہی عمل متعہ میں بھی جاری ہے لا تشنی دلا ارتک۔ و نیز لیس بینہما میراث اشتراط ولم یشرط۔ فروع کافی جلد ۲ کتاب اول ص ۱۹۳ و جامع عباسی ص ۱۲۵۔

۱۰۔ زنا میں بھی عورت کا نان و نفقہ مرد کے ذمہ نہیں ہوتا۔ اور متعہ میں بھی یہ حالت یکساں ہے۔ (جامع عباسی ص ۱۲۵) طلاق کی صورت میں بھی انقصائے عدت مطلقہ کا نان و نفقہ مرد کے ذمہ ہوتا ہے مگر متعہ میں یہ بھی نہیں ہے کافی جلد ۲ کتاب اول ص ۱۹۳۔

۱۱۔ زنا میں بھی فریقین کی رضامندی کے علاوہ گواہ وکیل یا نکاح خواں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور متعہ میں بھی بعینہ یہی حالت ہے۔ بلکہ رد انقض کے ہاں تو نکاح بھی ان لوازمات سے مستغنی ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو باقر مجلسی کے رسالہ فقہ کا باب انکاح۔

۱۲۔ بعض حالات کے اعتبار سے متعہ زنا سے بھی زیادہ شرمناک فعل ہے کیونکہ ولدا الزنا تو علانیہ اپنی حرامی حیثیت کو قوم طوائف کی صورت میں تسلیم کرتے ہیں مگر والد المتعہ اپنی حیثیت متاعی کو تسلیم کرنے سے ایسے عاری ہیں کہ ہندوستان اور ایران کی اتنے کروڑ شیعہ آبادی میں سے ایک بھی اپنے آپ کو متاعی کہنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ گولا گول متاعی مومنوں کی اولاد ہوں گے اور ہونے چاہئیں۔

## ثواب متعہ

باوجود اس امر کے متعہ بعینہ بمنزلہ زنا کے ہے مگر شیعہ صاحبان اس جیسا کہ عقد کو اپنے لئے طرہ افتخار اور اس عقیدہ مخرب اخلاق و تمدن کو موجب ثواب دایں سمجھتے ہیں۔ ان کی کتب مقدسہ میں اس فعل شنیعہ کے اس قدر محاسن و ثواب

درج ہیں کہ شاید ہی کسی اور کے ہوں۔ ایک دفعہ متعہ کرنے سے درجہ امام حسینؑ اور  
دو بار کرنے سے درجہ امام حسنؑ ادنیٰ بن بار کرنے سے درجہ حضرت علیؑ اور چار بار کرنے  
درجہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاصل ہوتا ہے۔ من تمت مرة كان درجة  
كدرجة الحسينؑ (منہج الصادقین ط ۳۵) اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنے سے  
تمام گناہ انگلیوں کے پوروں سے نکل پڑتے ہیں۔ اور غسل جنابت کے پانی کے ایک  
ایک قطرہ سے اللہ تعالیٰ فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس کے لئے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں  
اور ثواب اس کا قیامت تک اس کو ملتا رہے گا۔ (منہج الصادقین ط ۳۵)۔

## باب اول فضل اول

دلائل عقلیہ بہت حرمت متعہ

### دلیل نمبر اول متعہ کی غرض محض قضا، شہوت ہے

انسان تو خیر انسان ہی ہے۔ بطور اور وحوش میں بھی وحلی کرنے سے اصل مقصد  
توالد و نسل ہے۔ نہ فقط قضا کے شہوت۔ چنانچہ پروردگار عالم نے قدرت کے اس  
فطری اصول کو جہاں تک کہ اس کا تعلق محض انسان کی ذات سے وابستہ ہے ہمیں الفاظ  
اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ نِسَاءُ كَذَرْتُمْ لَكُمْ (ترجمہ) تمہاری عورتیں  
تمہاری کھیتیاں ہیں (یعنی جس طرح تم اپنی کھیتیاں محض اس لئے کاشت کرتے ہو کہ ان  
سے غلہ پیدا کرو اسی طرح اپنی عورتوں سے مقابرت کرو کہ محض اس غرض سے کہ ان  
سے اولاد پیدا کرو جب اہم سے اہم انسان بھی اپنی کھیتی میں محض تفریح طبع یا منسل

جسائی کی خاطر کلید رانی نہیں کرتا۔ تو کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرور ہو کر  
محض نقصان طبع یا مشق شہوت رانی کے لئے عورتوں سے جماعت کی اجازت عام  
دے رکھی ہو۔ پس ثابت ہوا کہ جو شخص عورتوں سے وطی محض قضاء شہوت کے لئے کرتا  
ہے (اور تمتع کی غرض و غایت یہی ہے)۔ ملاحظہ ہو تفسیر الشکری ص ۱۷۱ چنانچہ مرد کو  
اجازت دی گئی ہے کہ وہ بوقت انزال منی عورت کے دہم سے یا ہرگز سے (اللہ اعلم  
بہر جامع عباسی ص ۵۵) کیونکہ جس غرض کے لئے اس نے منع کیا تھا۔ وہ تو اسے انزال  
سے حاصل ہو جاتی ہے۔ لہذا اس کے لئے دونوں باتیں برابر ہیں خواہ منی عورت کے  
دہم کے اندر گر اسے یا باہر ہو وہ مقصود بالعرض کو مقصود بالذات بنا دیتا ہے۔ اور  
محض ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ دخول فی الدہم تمام فرقہائے اسلامی میں قطعاً حرام ہے کہ  
اس میں قضا شہوت کے سوا والدہ تمام کس طرح حاصل نہیں ہوتا۔ مگر جو زمین سے اس  
خلافت فطرت فعل کو بھی بیان سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ ہوا متبصار ج ۲ باب ارتقاء الفساد فیما

لہ جامع معری میں اس لئے فعل کا جواز ثابت کرنے کیلئے امام مالک کہ بھی اس فائل قرار دیا ہے۔ جو صحیح  
بہتان ہے۔ چنانچہ تفسیر فتح البیان میں اس روایت کے متعلق صاف مذکور ہے کہ فی صانیدھا ضعف  
وعدم صحیح نہیں بلکہ خود امام مالک مولانا ابی حنیفہ مولانا ابی یوسف مولانا ابی حنیفہ مولانا  
کہ چاہئے محسن پر یا غیر محسن اس کی شرح عربی میں شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ نہ یہ امام مالک کا ہے نہ  
کیلئے بلکہ یہ بیان ہوا کہ امام ابو حنیفہ مولانا ابی حنیفہ مولانا ابی یوسف مولانا ابی حنیفہ مولانا  
ایک کتاب اشکوح میں ہے۔ باب جرم الابتیان فی الدہم وبعمل فی قبلہا من دہرہا قال اللہ تعالیٰ وبتہ  
حرث اللہ فانی احسن لک لک ان یشک لک لک اس کی شرح عربی کی روایت ہے کہ با اتفاق اہل علم عورت سے  
لواطت حرام ہے۔ پس فیعمل کا اپنے فعل خلافت فطری کو جواز ثابت کرنے کیلئے امام مالک کو مستمم کتابت  
برہم بہالت ہے۔ دھنرالہ لہ لہ مولوی غلام شکیل صاحب تصویر می حضرت ۱۔



وہ طبع جعفری کھنڈر ایک اجہ وایت کو قسم فرمے کہ کافی ہر وقت طبع نکلتا  
 تھو ہے قلت الرجل یا فی امرأۃ فی دہما قال ذالک لذت  
 قال قال انا لا تفعل ذالک زہد میں نے کہا کہ ایک و می ہر وقت کی  
 ہے قاتل نے کہا کہ اس کو جاؤ ہے میں نے کہا کیا آپ نے بھی کہتے ہیں تو آپ  
 یہ نہیں میں نہیں کرتا

شیر ۲ متوہ شریفانہ معاشرت میں تمدن کا خانہ برائے

طمان خاطر یا ناروا واقع ہوا ہے۔ اس لئے جب کبھی کوئی منزل مذہب کے قہوی  
 ت لیکر دیتا ہیں مبعوث نہ ہے۔ تو ہمیشہ انسان نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اور  
 قحی کی کشتہ بند لئے متعین سے اس سلسلہ میں سبھی آج بھی گیا ہے۔ تو چرائی طبعی  
 کی عنان گینت تو اویں سے محدود کر کے بقدر شیانہ سق و خج کی طرف محدود کرنا  
 یعنی اس کی شاہدہ قرآن کریم اس کا گواہ ہے۔ اور البشر سے لیکر البشر ہو تک  
 قسم کے عذاب انسان پر نازل ہوئے۔ مگر وہ بھی سبھی شخصیت کو مدم دم کر کے اور  
 خاص اس کے سبب منظر صخرہ عالم پر نقش ہوتے سب سے اور نئے سب سے پس جب  
 فیروں کی تہہ پیادہ خدائے قہار کے عذاب ہائے شہر کے شرکش انسان کی یہ  
 مذہب ان رہی ہو تو جس صورت میں اوردے مذہب ہی اس کو ایک طرف تو شہوت  
 لانس میں الفاظ صخرہ تروہ منہن الفأ خائض مستاجر است یعنی  
 عورت سے متعہ کر کے نہ کہ نہ ٹھیکہ کی چیز میں کافی ہے صلوات اللہ علیہ سبھی ثواب  
 کی یہ متعہ عطا ہوئی ہو کہ من متعہ مرة واحدة تحقق فی النار الخ یعنی جس نے ایک بار

ہر بد میں الفاظ درج

فانت تفعل

میں کرتا ہے

نے فرمایا

دلیل غر

سکامات

مسلان الی

شہادت

چے

ہزاروں قسم

وہاں تو

بارجہ ہر فیروں

حالت زہل

رائی کا

ہزار عورت

داریں

علم سے ہر چہ بخود پسندی دیگر ہر پسند کے بالکل مخالف ہے غالباً آپ اپنے حلقہ قی سے

ایا۔

متحد کیا۔ تیسرا حصہ اس کے جسم کا آتش و فتنہ سے آزاد ہوا و منبع الصواب و یقین و آقا انسان و گیارہ  
عروض کی خواہ مخواہ منکوحات کی غیب میں پڑ کر کہیں کہ عورت کے نان و نفقہ کی ذمہ داری سسرے  
پر رکھیں ہال بچوں کی تعلیم و پرورش کا بار گھراں اپنے کندھوں پر اٹھائے۔ امداد پیر منزل آباد  
درخت ہوئی اور اس کے ساتھ ہی سیاست مدین بھی گئی۔ کیونکہ مقدمہ الہ کردہ حاصل ہو کر ملک  
کے ہزارے ترکبے ہیں یہیں امداد سے آفریقہ میں جو وہ مشیائہ حالت انسان کو شہر میں  
تھام ہو جائیگی چنانچہ ایسی زندگی کے آثار اب تک افریقہ کی مردم خود مشی قوم میں پائے جاتے ہیں۔  
دلیل نمبر ۳۰ متعہ سے ہر جگہ میں تیراؤ میری کا جلوہ نظر آئے گا

جب اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا تو حمل جعدہ خنزیرہؓ تو مرو بخشت کو کیا ضرورت  
پڑی ہے کہ خواہ مخواہ بقیہ عدلیٰ صرت ایک ہی پانی کو سپردہ و خفی کو بچانا ہے۔ اور ہر شب  
نئے سے نئے سال العرب سے تیرے دوستے۔ پھر یہ بھی امر واقع ہے کہ جب ایک دفعہ  
قلیل الرست کثیر الفت اصول پر کار بند ہو جائیں گے۔ تو اس فیور کی طرح جسے جب ایک  
دفعہ خوان آشامی کا چسکہ پڑ جائے تو وہ بخشل میں کسی جوان کو گنہگار پہنچائے بغیر نہیں چھوڑتا  
یہ بھی کسی عورت کو اس کی عصمت و بری کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ جو سب شی میں سے کی ہے  
یہی کی انبیاء و صلوات علیہم اجمعین ہو گا کہ وہ جس نیام میں چاہے گئے۔ اور ہر نمیشی  
چاہے گا اس پر ہوا کرے گا۔ قیہ ظاہر ہے۔ چنانچہ انیس منظر تہا ہی کو مد نظر رکھتے ہیں جب  
ابو الحسن نے لا تلحقوا علی المتعذہ الدالی حدیث ارشاد فرمائی تھی جو کافی بجز صلی علیہ وسلم

دلیل نمبر ۴۰ متعصب ہتے گھراؤ جانیں گے

جب تک وہ مریض نہ ہو، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

باصول

بنالیا۔ تو خود قول کا سر پر ہے جو وہ خواہ مخواہ حمل کی تکلیف بچوں کی پرورش کی رحمت  
اور استغلام خاندانی کی دوسری محض مردوں کی خاطر برپا داشت کریں گی۔ کیونکہ دنیا بھر کے  
قانون اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کا حقیقی مالک آنکار باپ ہی ہوتا ہے۔ اور مال سے چاہی  
تو بھرتا دے ہی کے حمل سے۔ کیا خود دل کا جی نہ چاہے گا کہ بے کھوسٹ معاوضوں کی  
خدمت کرنے اور ان کے شہر طرے اٹھانے کی بجائے وہ بھی ہر شب نئے ندرتوں  
کے پسوں میں غرق اٹھائیں۔ جب اس طرح خود قول کو بھی نئے لڑائی کی چاشنی کا پکا پڑ گیا۔  
تو وہ قدرتی موافقات لذت و آفرین و بقی تباہیت پر کشی وغیرہ کو اور بیات سے نرا کر  
کے سدا بہار دھن کی طرح رہا کریں گی اور باناری خود قول کی طرح اپنی فروشی کی کریں گی  
تجربہ ہو گا کہ ہر صورت میں ہی اندھیر ہستی چمکے ہو گی۔

## دلیل نمبر ۵۔ شجر متعدہ بالکل بے برگ و بار ہے

برطانت کا معلول اور سبب کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ اگر نہیں ہے۔ تو ولی التوح کا نتیجہ  
ہیں۔ چلتا پھرتا نظر نہیں آتا۔ نہ اسے کمرہ اور غیر فعل تک کے مبینوں کا کچھ ہندوستان  
کے ہر چھوٹے سے چھوٹے قصبے اور بڑے سے بڑے شہر میں قوم طوائف کے  
ہاں میں ہر کہ وہم کی نظروں میں آسکتے ہیں۔ مگر تمام سرزمین ہند کی خونخواروں شیعہ تباہی  
یہ بھی وہاں متعیش نہیں کر سکتی۔ ولادت کو کوٹھوں کی پتوں پر اپنے وجود تا مسعود کی  
عائش کریں۔ مگر ولادت متعہ خدا جانے کس قدر گناہ میں مد پوش ہیں۔ کہ لڑکھنوں تک کی  
نظروں سے اوجھل ہیں گویا انہیں متعہ کے اصل لباس میں پیش ہوتے ہوئے شہر  
مانع ہے۔ نہ تو متاعی باتیں ہی علی مدس را شہاد متعہ کا اقبال کرنے کو تیار ہیں۔ اور نہ  
اعطاف متعہ بھی اپنے عہد کرنے والوں کی محنت شاقہ کی فکر گناہی کے ساتھ داد دیتے  
لہذا بات کر سکتے ہیں۔ اس لئے متعہ شرعی فعل نہیں ہو سکتا۔ ولادت شیعوں کی مدد اور

پس  
کے ہر  
لیاں میں  
ایک ہی  
عائش  
نظروں  
مانع  
اور



مردم شمار ہی کے بعد ملے مائز ایک شریعت منسل متعہ اور ایک دلالتہ کو تو پیش کریں۔

## دلیل نمبر متعہ کا جائز استعمال بھی برائے مول کا سر شہید ہے

ہر اقلیٰ اصول کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا معیار اس کے جائز استعمال کے کمالی حد میں یکساں کے جائز استعمال کے محتاج قیدی ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی اصول کے جائز استعمال سے اس قدر اچھے نتائج مترتب نہ ہوتے ہوں، جس قدر کہ اس کی بد استعمال سے خرابیاں پیدا ہوئے، تو وہ اصول ناقص ہے۔ اور خراب، غلط ہے یہی وجہ ہے کہ ہر صحیح قومی نے اس قسم کے اصول قائم کرنے سے گریز کیا ہے جن کا ایسا استعمال ان کے جائز استعمال کی زیادہ خطرناک ہے۔ تاہم اگر انسان محض دنیا کا ملک ہی کی وجہ سے محض پارہ و محض ناش تقویٰ ہی کی غرض سے سکے ہر بھی مقدمہ اور کدھت میں ملوث رہا ہندی وقت کے فائدہ عظیم سے مستفیض ہوگا اور موقوفہ کے حالات میں اگر وہ قیام حاصل نہ ہوگا تو صحت جسمانی کے فائدہ سے تو ضرور بہرہ مند ہوگا۔ چنانچہ اسی میں کوہ نظر رکھتے ہوئے شرع اسلام میں حرام بانی حرام قرار دی گئی ہیں۔ کہ انہیں جدا استعمال سے استعمال کرنے میں اس قدر فائدہ نہیں ہیں جس قدر انہیں ب استعمال سے استعمال کرنے میں نقصانات ہیں۔ تاہم ان خدشات کے متعلق ہر ایک کا اختلاف ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں فرماتے ہیں: **وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَوَّلَیْنَ** (پہلے خدشات القیاسی) ہر ایک غریبی اور محاشرتی حکم کو اس معیار پر پرکھتے ہیں۔ نتیجہ وہی مترتب ہوگا جو ہم نے عرض کیا ہے۔ لیکن اس کے برعکس متعہ جس کا جائز استعمال بمنزلہ نہ ملے گا۔ اس کی بد اعمالی کے نتائج تصدیک کرنے سے انسانی قوت منجید عاجز ہے۔

# اہل النہر پر متعہ کو زوج دینے سے حرام کامی نہیں کر سکتی

ابن

فطرت انسانی کے رئیس البقرین حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ میں رجحان ہے  
انہوں نے انسان کی نہ میر پر بحال مرض کے مدیا کو گھنے میں اس طرح بند کیا ہے کہ  
چشم تنگ آؤ نہ یاد اور

کو دوسرے

استہوا

کے دیکھنے

اور محسوس

اس امر کی خاطر ہے کہ انسان جس قدر اپنی ہوا اور مرض کو مدد دے رہتا جائے وہ اس  
مدت کے مطابق اس کی میری کے گونا گوں سامان میں کھاتا جائے۔ اسی قدر یہ  
بہت کم میں ہر چیز میں بیکار بنی ہوئی جاتی ہے اس نے مصلحتانہ قوم نے اپنے مشاہدات  
کے مطالعہ سے اور سلطان الہی نے وہی علم کے بین و برکت سے انسانی شہوات کی  
مدد کی کو معلوم کر کے ان کو انسان کے قبضہ اختیار میں مقید کرنے کے لئے بقول شیخ  
سی رحمۃ اللہ علیہ قد اذاعت کے اصولوں یا بندہ کی جو شہوات کے شہر بے سار ان الہی  
پلی سرانی مقرر فرمائی۔ مشاہدات عالم کو عقل کے ترازو کے ایک پلٹے میں اور جناب  
پر کی طرف منسوب کی ہوئی رعایت کو کلامی عمر عن المستعصا سازا حق و کلا  
شعور و یعنی اگر حضرت عمرؓ متعہ سے منع نہ کرتے تو شقی کے سوا کوئی نہ مانہ کرتا، کو  
سہرے پڑے ہیں رکھ کر معاذ اللہ کیجئے کہ انسان کی شہوت بھی قیود و حائلہ کرنے سے  
ان میں رہ سکتی ہے۔ یا اسے آزادی دیتے ہے۔

سعدی

کی محل

اس کی

مشقی

دوسرے

غالب

نہایان متعہ کو علاوہ چار حکومت کے لائق و مستوحات رکھنے کی اجازت  
ہے۔ اور پھر ان کے آگے پیچھے میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ مگر کیا وہ ایسا فادری  
ہے کہہ سکتے ہیں کہ ان میں بھڑکانی یا مشیت نہ فی اسی طرح مروج نہیں جس  
ن اقام میں ہے ۱

ہے

سے

طرح

دلیل نمبر متعصب سے جواب دلا دیا ہوگی کہس کی کہلائے گی؟

آدمی نکاح کر کے بری کو گھر میں آباد کرتا ہے۔ چہرہ میں رکھتا ہے۔ اس کے نان و نفقہ کا ذمہ دار بنتا ہے۔ اس سے بڑا شدہ اولاد کا پاپ کہلاتا ہے۔ میرا تاج تو میرا اور اولاد اس کی وارث اور اس کی بقائے نسل کا ذریعہ بنتی ہے۔ مگر آہ متعصبانہ سب باتیں مقلد ہیں۔ اگر متعصب کو دراج درجائے نزدیک عالم اس شعر کا مصداق بن جائے کہ بند نفس شہی ترک نسب کر مشی کہ دیریں راہ فلان ابن فلان خمیرے نیست

## فصل ثانی

شیعی دلائل عقلیہ نسبت اباحت متعصبہ جوابات

مجتہدین شیعہ نے رد دلائل عقلیہ نسبت اباحت متعصبہ کی ہیں۔ ان میں یہ دلائل درج ذیل کہتے ہیں۔

دلیل نمبر اول جس میں سے زمانہ حال یہ مستقبل میں قائل کے لئے ضرور مقصورہ ہوگا۔ ضرورت عقل مباح ہے چونکہ متعصب بھی یہی صفت ہے۔ اس لئے متعصب مباح ہے (بہان لغوی) جواب۔ اگر اس دلیل کا صغریٰ و کبریٰ درست ہے۔ تو دیا بھی مباح ہونا چاہیے کیونکہ رہائیں کسی قسم کو ضرور مقصورہ نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نسبت پیغمبر میں کیا ہوگا ہے۔ جس کے لئے شیعہ صاحبان فاروق اعظم کو لوٹا کر پیر میں، شراب خوردگت میں حالانکہ علاوہ مباحث عقیدہ کے عینہ کو آئمہ کرام نے حلال قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو کائنات کتاب اشراق ص ۱۸۱ اور مسئلہ عن النبیذ فقال حلال یعنی ابی جہل سے عینہ کا نسبت پر چھٹا انہوں نے فرمایا کہ وہ حلال ہے۔



**دلیل نمبر ۲۔** ایجاد کردہ اثبات میں حکمت و علمت قابلِ ملاحظہ اور دلچ و تناسل ہے۔ لیکن انسانی چونکہ اشرف مہجرات و مکلف ہے۔ اس لئے ماہِ الشَّح و طرقتِ تناسل مغرور کیا گیا ہے۔ اور دو تین قسم کا ہے۔ عقد دائم و عقد منقطع۔ اور ملکِ معین کہ جس کو انسان بالضرورت ایک درجہ پر نہیں ہے۔ بعض امیر بعض غریب اور بعض فقیر اور علاوہ ان میں گناہ انسان مغرور میں ہوتا ہے۔ اور گناہ بعض مغرور میں اگر اللہ پاک نے ہر درجہ اور ہر حالت کے لئے صورتِ مہیات کی ہو تو غرض اللہ باطل ہوتی ہے۔

**جواب۔** انسان کی مالی حیثیت کسی طرح بھی مانعِ نکاح نہیں ہے۔ امیر و غریب کے لئے غریب اور فقیروں کے لئے فقیر مرد و زن فتنائے عالم میں کثرت ہو کر ہیں۔ ہر ہی یہ حالت کہ انسان بعض اوقات مغرور میں ہوتا ہے۔ اس لئے بقائے بشریت آئے وہاں مجاہدت کی ضرورت لاحق ہو سکتی ہے۔ ایسا انسان اپنی منکوت کو ہمراہ لے جاسکتا ہے۔ اگر ممکن نہ ہو تو مغرور میں حسبِ حیثیت منکوتِ محمدیہ (اللہ ہی واصل کر سکتا ہے۔ اور اگر بوجہ غرورت یہ بھی ممکن نہیں تو ایسے انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ آخر انسان ہے۔ حیوان تو نہیں۔ چنانچہ اللہ پاک بھی ایسے مفلوک الحال لوگوں کے لئے ارشاد فرماتا ہے۔ **وَالْمُسْتَغْفِرُونَ الذِّینَ لَا یَجِدُونَ نَکاحاً حَتّٰی یُغْنِیَہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ** یعنی جو لوگ نیک کا عقد و نہیں رکھتے ان کو چاہیئے کہ ضبط کریں نہ نیک کہ انسان کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔ اور اگر وہ اس قدر ہی مفلوک الشہوت ہے۔ کہ انہیات اس کے لئے ناممکن ہو تو اسے کچھ دینا چاہیئے کہ وہ بھلا ہے۔ اپنی بیماری کا طبی معالجہ کرے۔ فرض کیجئے۔ ایک شخص جو نہایت ہی مفلوک کیوں ہے۔ اسے جمع البقر کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ اور وہ اپنی کدائی سے اپنا پیٹ نہیں پال سکتا۔ تو کیا ایسے انسان کے لئے سرقہ بالضرورت جائز ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی انسان کے لئے بحالتِ عموم قانون وضع کیا ہے۔

اور تاہم الوجہ و مثالین خارج از بحث ہوتا کرتی ہیں :

و لیل نمبر ۳ و ۴۔ دلائل سوئم و چہارم میں دلیل دوم کا اعادہ ہی کیا گیا ہے۔  
اس لئے ان کو اس جگہ رج نہیں کیا گیا۔

و لیل نمبر ۵۔ جس طرح خداوند کریم نے اعلیٰ امتوں کی آزمائشیں کی تھیں، چنانچہ حضرت طالوت کی امت کو حکم دیا تھا کہ وہ نهر سے گزرتے وقت ایک اوک سے زیادہ پانی شیبیں۔ اسی طرح متعہ سے امت محمدی کا امتحان مقصود ہے۔ درہم ان التعم جواب۔ امتحان میں پیشہ انسان کی آزمائش پر قیود عامہ کر کے دیکھا جاتا ہے کہ وہ اہل ہے یا نااہل، کثرت کو راجعہ اور کم کثرت پر قناعت کا حکم دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ طاعت کی قوم کی مثال سے ظاہر ہے۔ کہ بھرے دریا میں سے صرف ایک چلو پانی پینے کی اجازت تھی گئی تھی بجز امتحان متعہ ایک عجیب امتحان ہے۔ کہ جس قدر زیادہ عبادت سے شہوت وانی کی جائے اسی قدر زیادہ ثواب اور اسی قدر امتحان میں زیادہ کامیاب آگئی اور اتنی امتحان سے قریب ایمان کا امتحان نہیں بلکہ قوت باہ کا امتحان ہے۔ شاید بشل حملے سے متعہ انسان کو انسان کی بعثت نامہ میں گھوڑوں کی جیسے انسانوں کے متعہ بنائے منلوہوں کے ارمان کے لئے مرکب میں ساتھ اسی دنیا میں مقرب کرنا چاہتا ہے :

## باب دوم

(قال لشد)

### اثبات حرمت متعہ بآیات قرانیہ

اگر مسلمانوں کے درمیان دین و دنیاوی معاملہ میں تنازعہ ہو جائے تو یہ حسب ارشاد باری تعالیٰ فان تنازعتم فی شئ فردوا الی اللہ ورسوله

قال الله قال الرسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ اور یہی قاضی التعلیق ہمیشہ سے  
 کہے چلے آتے ہیں۔ اور اب تک ہیں۔ چنانچہ قال الله وقال الرسول کو ہم دو باروں میں  
 تسلیم کر کے ان پر علیحدہ علیحدہ بحث کر رہے ہیں۔

جمہور اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتاب الشہر خلافت و مگر کتب اسمانی  
 یافت تک تحریف سے بیرون نہ رہے گی۔ کیونکہ خداوند عزوجل نے خود ہی حکم کیا تھا  
 کہ نہ بدلے رکھی ہے۔ ملاحظہ ہو قول تعالیٰ: **وَأَنزَلْنَا الْحَقْلَ قُطُوفًا** اور ترجمہ ہم اس کے  
 راظر ہیں۔ اس کے برعکس کئی اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ کتاب الشہر درجہ اعتبار سے  
 ساقط ہے۔ اور مثل تورات و انجیل قابل تسکین نہیں کیونکہ اس میں کثرت سے تحریف  
 ہو چکی ہے۔ اور یہ شہر اکام مذکورہ اور متعدد آئین اور صورتیں کرنا صحیح و نامناسب  
 عوامات تھیں سرقہ پر مبنی ہیں۔ اور جو مورد ہے اس میں بعض الفاظ تبدیل شدہ بعض زائد  
 اور بعض ناقص ہیں۔ چنانچہ شیعوں کی معتبر کتب میں اس الزام کی ضمانت کثرت موجود  
 ہیں۔ **عن هشام بن سالم عن أبي عبد الله المقنن الذي جابده الجعفر بن**  
**أبي محمد سبعة عشر ألفاً من الروايات** روایت کی ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق  
 سے کہ قرآن مجید پر اس نے سترہ ہزار آیات فقیرانہ  
 کافی فضل القرآن **صلوات** حالانکہ موجودہ قرآن مجید میں صرف تیرہ ہزار چھ سو چھیالیس  
 آیات ہیں۔ یہی نہیں کہ اس کتاب الشہر میں سرقہ و غیرہ کے ہی قائل ہیں بلکہ اسے اصل  
 قرآن منقول من الشہر ہی نہیں سمجھتے۔ چنانچہ ان کا عقیدہ ہے کہ جب امیر علیہ السلام کے  
 قرآن کو خلفائے بعد گویا قرآن آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم پھر اس کو تم ہمیشہ تک ہرگز نہ دیکھو  
 (اصل کافی فضل القرآن **صلوات**) چنانچہ یہ مضمون ایک اور کتاب میں اس طرح درج  
 ہے۔ **یجب جناب امیر علیہ السلام ناظر کو دراز گوش بر سواد کر کے ایک ایک صحابی کے**  
**کو پر ادا طلب کر کے مایوس ہو چکے تو گھر میں جا کر بیٹھ رہے۔ اور قرآن جمع کرنے میں**

قیامت

اور

اس

الی

سے

گھر



مشغول ہوئے تاہیں کہ جمع کرنے سے فائدہ ہوئے۔ اور ایک روایت اس قرآن کو کمال  
 میں لپیٹ کر درمہر اس پر کہ جس کے مسجد میں لائے۔ اس وقت ابو بکرؓ ایک جماعت  
 اصحاب کے مسجد میں حاضر تھے حضرت امیر نے یاد دہانہ کیا..... اور تم کو کتاب خوا  
 دہوت نہیں کہ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا وہ قرآن کی جو ہمارے پاس ہے۔ ہم کو وہی  
 کافی ہے۔ اور تمہارے قرآن کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ  
 اس قرآن کو نہ دیکھو گے۔ تاہیں کہ حدیث میرے فرزندوں میں سے اُسے ظاہر کر دیا  
 (مسند حمید یہ ۱۵۸) یاد ہو اس امر کے کہ اہل تشیع عقیدہ قرآن کریم کو صحیفہ  
 عثمان سمجھتے ہیں۔ والد اسے نہ صرف حرمت و مہول ہی بلکہ غیر صحیح الترتیب اور مکمل بھی  
 خیال کرتے ہیں۔ لیکن جو کلام بھی ایک ان کے امام منتظر اپنی خدمت میں لایا۔ حدیث  
 کبریٰ کو ختم کر کے کہ دوسرے روئے کی اس روایت حقیقت کے محکم کہ وہ قرآن میں دنیا  
 میں تمام سب سے بڑے جو چالیس خالص شیعوں کے وجود سے عرصہ زمانہ انگریز  
 سال کے برابر خالی چلی آئی ہے۔ وہ اپنے غیر خالص شیعوں کی روز افزوں تعداد کو  
 صحیح قرار دیا۔ اور کہنے والی روایت میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ایک گنہگار کو اپنے  
 جہاد کے شعاع ہدایت سے جفا نہ کرنا۔ مرنے والی امت میں جسے مسرت نے چھے  
 میں سے میں نے خالص جماعت شیعیان امام یک صد نام کا جبروتیہ موجود قرار  
 جمیع روایت کے۔ مگر اسے مزید حد کے تصفیہ کیلئے ہم بھی کہنا۔ جس سے منتظر کے  
 قواعد یہ کتاب اللہ بیشتر اس کے کہ آیات قرآنی سے حرمت متعینات  
 کی جائے۔ یہ امر ازیں متبرہی سے کہ قرآن کریم نے اپنی تعلیم کے ہر اصول متبرہ کے ہیں  
 ان کو ظاہر کیا جاتے تاکہ انہیں اصول کی روش سے آیات قرآنی کے مسائل کے حل  
 زائد وہ اول قرآن حاقی انا الزلیم یا ساپن علی بن حبیون درجہ اہم نے قرآن کریم کو  
 معروفت علی آریان میں نام کیا ہے۔ یعنی قرآن شریف کے الفاظ یا خواہ لذت انہیں

معتول میں استعمال کئے گئے ہیں جن معنوں میں کہ یہ الفاظ بوقت نزول قرآن استعمال  
کئے جلتے تھے یہ الفاظ قرآن عربی زبان میں حقیقت میں استعمال نہ کیا یہ تفسیر و تفسیل  
و غیر ہم کے الفاظ میں یکساں خود استعمال ہوئے ہیں و اگر نہ لفظ کے معنوں میں معنی فقہ ہے  
و قول عدم دوم / قول تعالیٰ و لو کان من عند غیر اللہ لو جہدوا فیہ اختلافاً کثیراً وادعوا محمد  
اگر قرآن سمائے اللہ کے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بیشمار اختلاف ہوتا۔  
یعنی الشہادہ کے کلام میں تفسیر فی الاحکام نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں فہم تاویل یا ہی کی جائے  
تو خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہوں پر اس کی صریح آیات مکتوبی ہوئی ہیں جن  
کی مدد سے فہمی کا ازالہ اور رفع تفسیر کیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ معنی "اما لیسوا فاطون" کے نہیں  
و اگر نہ حتی تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کے واسطے مسیح فرج تو رکھی نہیں ہوئی۔ اگر حفاظت کے  
ذریعہ کے الفاظ کی حفاظت ہی آئی ہے۔ تو معانی کی حفاظت کے لئے قرآن میں مسالو  
موجود ہو۔ قریب لفظی حفاظت و حاصل کچھ حفاظت نہیں۔ اور اللہ کے محافظ ہونے میں بھی  
فرخ حرفت آئیگا جس طرح تحریریت بالانفاظ سے آسکتا ہے۔ کیونکہ معانی بدین طریق  
سے نرائں ہر جاتے ہیں۔ خواہ تحریریت باللفظ ہو یا تحریریت بالمعنی۔ و انقصید ہر کتاب کو  
آیت کے معانی میں اختلاف لازم ہو۔ و لغات عربی الودیع آیات کی مدد سے اس  
اختلاف کی اطلاع کرنی چاہیے۔

**دلیل اول** جب ہم قرآن سے مسئلہ زیر بحث کے متعلق استفتا کرتے ہیں تو  
ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے اول اللہ تعالیٰ نے نکاح کا حکم سورہ نساء کے شروع میں بالفاظ  
مسافر فرمایا ہے۔ "فانکحوا مطاہرکم من النساء مثنی وثلث۔ و ربح فان خفتم  
الا تعدوا فواحدہا اما ملکات ایوانکم فانکم اذ فی الا تعدوا او اتوا النساء  
صدقتم نخلہ" و ترجمہ: پس نکاح کرو جو عورتیں اس سے تمہیں پسند آئیں۔  
و دوقعتن۔ چار چار۔ پھر اگر تم کو نامریشہ ہو کہ ایک سے زیادہ عورتیں نکاح کرنے کی

صدقت میں تم انصاف نہیں کر سکو گے۔ تو بس ایک ہی عورت سے نکاح کرنا یا جو  
لڑکی تمہارے قبضہ میں ہو اس پر قناعت کرنا۔ نا انصافی تو بچنے کے لئے یہ طریقہ  
زیادہ تر قیمن مصلحت ہے۔ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دینا یہ آیت  
پر مکر ذیل کے سوالات کا بدلہ میں پیدا ہونے میں۔

۱۔ کیا دنیا میں جو آزاد عورتیں ہیں، خواہ وہ ہماری رشتہ دار میں یا غیر رشتہ دار ان  
سب میں سے بلا امتیاز میں نکاح کیلئے انتخاب کا حق حاصل ہے یا ان میں سے بعض چلے  
عدوہ انتخاب سے خارج بھی ہیں؟

۲۔ یہ مردینا کب لازم آتا ہے۔ اور کس قدر؟  
سوال نمبر ۱۔ کی نسبت حق تعالیٰ از قبیل تخصیص بعد مہر صریح آیات کے ذرا  
عورتوں کا ذکر تفصیل کر دیتا ہے جس سے ہم نکاح نہیں کر سکتے۔ قولہ لا فی حیۃ مت  
علیکم متھنکم ویمنکم۔ - و لیحل لکم ما وراءکم ان یتبعوا ہا موالکم محصلین  
غیر مسافحین۔ و زمرہ حرام کر دی ہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری باتیں۔ تمہاری سنیان  
..... وغیرہم اور ان حرام شدہ عورتوں کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال نکاح حلال  
ہیں بشرطیکہ ان کو ماں خرچہ کے حاصل کرنا۔ اور انسان کو یہ مانے ہوئے کہ اسحاق کو  
دے دے معنی قید نکاح میں لانے کے لئے تم پر حلال ہیں مگر اس لئے کہ تم محض ماں سے شہرت  
دانی کر رہے ہو۔ اہل کا جواب یہ ہے کہ ان پر مہر شدہ عورتوں کے علاوہ زمانہ جبر کا آزاد  
عورتیں ہم پر حلال ہیں مادہ ہم ان سے شرعی طور پر نکاح کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۲۔ یہ جو ابھی از قبیل تخصیص بعد اللہ تعالیٰ تعیم سورہ شہاء اور سورہ بقرہ  
میں علی الترتیب اس طرح دیتا ہے۔ فَمَا مَلَکَتْ اَمْتًا مِمَّنْ بَاہُ وَاُتُوْا حَسْبُ  
اِجْرٍ وَّہُنَّ فِیْرِ لِحَۃٍ اَمَّحَہُ اِسْ جِبْ تَمَّ رَاہِیْ مَنَکَاحَاتٍ سَے (فاما مملکت اموات علی الترتیب  
حاصل کر لو۔ تو ان کو ان کے مقرر کردہ مہر پورے کے پورے ادا کر دو۔ وغیرہ قول



من طلقا موهن من قبل ان تمسوهن وقد فرغتم منهن فربما ينقض  
الطلاق (ترجمہ) اگر تم کو مکرر طور پر کوان سے مقابرت کئے بغیر طلاق دے دو گوان کا صرح  
میں یہ مطلب ہے اس سے نفوت ان کو ادا کر دو۔ لیکن اگر صورت ایسی ہے کہ کئی مرتبہ میں  
میں مکرر نہیں بڑھاؤ مطابق حکم علی النوصم قلنا مکرر یعنی بیشیبت کے موانع نہ دے۔

مذکورہ بالا دونوں سوالوں اہل ان کے جوابوں کو نظر رکھتے ہوئے حاصل کلام یہ  
ہے کہ نہ تو یہی کے علاوہ دنیا بھر کی آزاد قومیں و ممالک ان کے جویم پر اثر کی  
وہاں پر نکاح کے لئے حلال ہیں۔ اہل حلال شدہ آزاد خواتین کے ساتھ مولے  
نکاح کے میں مقاربت کہ نہ کافی حق حاصل نہیں ہے۔ اور بھر نکاح کے لیے اگر ہم نہیں  
تو اس قدر کہ ان سے جماعت کہ ہے تو بولہ مقرر کردہ نہ نہ نصف مہر زیادہ جب تک ہے  
مہر و مال قسیم ایسے صاف کم کہ ہوتے ہوتے بخش ہٹ و عری سے ریت  
استغناء تمام یہ سفینہ الہ کو متعلق ملت میں قرار دیتے ہیں۔ اور اپنے دلوس کو اس  
روح ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ حلال لکھ و اور اعذ لکھ سے حلال ہونا دونوں قسم کا  
بہت ہو کہ۔ نکاح و امی ہوا قطع یعنی متوارک بعد آیات مذکور کے از قیاس تخصیص  
و حکم نہ پائے۔ اسی حکم قرآن ہے۔ قیاساً قطعاً بلکہ الف و ترجہا یعنی وہ خواتین  
متوارک نہ ہوں۔ اور انہو مہر ان کے مہر کا و زیادہ واجب ہے۔

جواب نمبر ۱۔ اس میں شیوہ سنی ہمارے سب متفق ہیں کہ آیت فالتکونوا حادۃ لہ  
 میں ہر ایک کو متعلق نکاح اور صبر کے مرقوم میں وہ از قبیل تہمید میں کہہ سکتا ہے کہ ہر عورت  
 نکاح نہ تو خواہات ابھیر کی مکمل تخصیص کی گئی ہے۔ اور نہ ہر کے متعلق بصورت عین رقم و  
 تعیین رقم و بیگی مساوی ہر کی تخصیص کی گئی ہے خصوصاً ایسے عام۔ یہ میں ایک علاقہ قریب  
 و مقابرت یا بعد از مقابرت میں ہے۔ یہ میں ایسے حکام جو از قبیل تعمیم صادر ہوئے  
 ہیں ان کے بعد ان کی تخصیص ضروری تھی چنانچہ نکاح کے متعلق عموماً ابھیر کا تخصیص

ذکر کر کے اللہ تعالیٰ از قبیل تخصیص فرماتا ہے۔ "فاحل لکم ما دھارہ ذلکم" اور ہر کے  
 متعلق بصورت تعیین رقم اگر بعد مقاربت طلاق عمل میں آئے۔ تو اللہ تعالیٰ از قبیل تخصیص  
 فرماتا ہے۔ "فانقوضت اوجودھن فہی رخصۃ" اور اگر قبل از مقاربت طلاق عمل میں آئے  
 تو ارشاد باری تعالیٰ از قبیل تخصیص یوں صادر ہوتا ہے۔ "فمنصف ما ذہضتم" تخصیص  
 کو ضروری تھی شکوکات کی اور ادائیگی مہر کی دیکھ کر کاح کی جس کی تخصیص تو حکم تعلیم میں ہی نکاح و  
 تعلیم کی صورت میں پہلے ہی منسوخ ہے۔ پھر تخصیص کی تخصیص فعل جہت ہے۔  
**جواب نمبر ۲۔** حرمت کا حکم موبد و موقت ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ حرمت  
 کا حکم بھی موبد و موقت نہ ہو کیونکہ حرام و حلال دونوں الفاظ اضافی ہیں جو صفات ایک  
 کے لئے لازم ہیں۔ وہ دوسرے کیلئے بھی لازم ہونے چاہئیں خصوصاً واجب کہ کوئی  
 الفاظ ایک ہی مقام پر ایک ہی سلسلہ گفتگو میں استعمال گئے ہوں یا گریہ یا نہایت  
 ہے۔ تو اس حد میں بھی کبھی حرام موبد میں۔ اور کبھی حرام موقت جو علت مختص ہے و غرض  
 بحث کے لئے اگر ان بھی نہیں کہ صرف علت ہی کا حکم نہ متعین اور غیر متعین کے لئے  
 مختص ہے۔ اور یہ فیہما مستعملہ علیہ الخ از قبیل تخصیص بعد تعلیم ہے۔ اس کے  
 اس کو اخذ قرآن سے عقد متعبر ہی ہے۔ تو فیہما العالین ارشاد فرمایا کہ منکر و  
 بعد جماعت اگر طلاق دی جائے۔ تو اس کے لئے ادائیگی مہر کی نسبت سے قرآن  
 کریم میں کہاں ہے ؟

**جواب غیر مختص۔** جب تک ہو لینا اس جگہ کے لئے کوئی معقول یا غیر معقول وجہ  
 بیان نہیں فرمائیں گے۔ ہمیں ہر طرح سے حق موصول ہو گا کہ قرآن مجید میں جہاں لفظ  
 حلال استعمال ہوا ہے۔ ہم اس کے معنی بھی حلال موبد و حلال موقت کے نہیں سمجھتے  
 میں ہے۔ "احلت لکم بھیمۃ الانعام" تو اس کے معنی یہ ہونے چاہئیں کہ چاروں  
 تمباہے لئے مدت معین اور مدت غیر معین کے لئے حلال میں۔ بعد مسائل میں ہم کو

ماورد  
 چاہئے

میں گوشت کھانا عموماً مفسرِ حجرت ہوتا ہے۔ حالانکہ سرورِ عالم کس میں بلا ضرر سال بھروسہ کھایا  
 مہا کہ ہے اس لئے ہمارے واسطے گوشتِ حلالِ موت ہے۔ اور یہ بین لوگوں کیلئے  
 حلالِ موبدہ۔ پھر اس سورہ میں دوسری جگہ ہے: "احل لکم صید البحر" ترجمہ: تمہارے  
 لئے حلال ہے بحری شکار۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہو گئے کہ مچھلیاں وغیرہ کبھی حلالِ موت  
 ہیں اور کبھی حلالِ موبدہ۔ مولانا حلالِ موبدہ و حلالِ موت کی تقسیم آپ نے بقائمی پرش  
 و حاس کی تھی؟

جواب نمبر ۴۴۔ ان تین ہیروئیہ اہل کے بعد پھر چوتھا جواب اندلسی دینا چاہئے  
 ہیں جو آیت مذکورہ کی ترکیب و معانی کے لحاظ سے ہریم اگر آج خدا استقامت علیہ الخیر  
 از دہائے ترکیب معانی و تنقید کریں اور پھر اسے سابق و سابق عبارت کی روشنی میں  
 کہ کیٹھیں تو اس کے معنی حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔ اس آیت میں "فاحرف" قرآنی و تنقید  
 کا ہے اس لئے کہ یہ تو واحد و مضمون ماقبل و مابعد کو جو اصل و فرع ہیں، ان کا پڑھنا  
 چاہئے۔ لفظ "ما" اسم موصول ہے جو بمطابق لفظ کے واسطہ ذکر اور بحفاظت معنی کو جمع کرنا ہے  
 اور اس جگہ مترادف ہے "احل لکم ما ودا وذا لکم کے"۔ مستقیم یعنی تحقیق ہے جس کی ضمیر  
 راجع ہے۔ طرف "یا ودا وذا لکم" اور لفظ "یا ودا وذا لکم" کے جس کی ضمیر راجع ہے طرف  
 "یا ودا وذا لکم" کے "یا ودا وذا لکم" کی ضمیر میں راجع ہیں۔ طرف "یا ودا وذا لکم" کے  
 "یا ودا وذا لکم" کے معنی "یا ودا وذا لکم" ہے۔ جیسا کہ اس آیت کے آگے مذکور ہے۔ "فالکھو  
 یاذن! اھلھن و اھلھن اھلھن" یا جیسے آیت "و لا جناح علیکم ان تنکھو  
 ھن اذا انیتھن اجورھن میں ہے یا جیسے سورہ احزاب میں ہے۔ ان  
 احلنک! ازواجک الھن ایت اجورھن۔ یا جیسے سورہ مائدہ میں ہے۔ احل  
 لکم۔ والمحصنات غیر مسافحین" پر آیت "فامتنعتم" تو کو آیات ماقبل و مابعد  
 غیر منقطعہ شدہ ہے۔ اور اسے ابتدا کے کلام پر چل کر تا صریحاً یا صریحاً باطل ہے







و منکچر ہی صورت واجب نہ ہونا چاہیے۔ حالانکہ نصعت سر بعد طلاق قبل از قول واجب ہے اور بصورت ثانی کوں جس شخص عقد نکاح واجب رہنا چاہیے۔ حالانکہ بجز عقد نکاح کی مرکا ورنہ کسی طرح بھی واجب نہیں ہے (تفسیر مجمع البیان۔ بیان المتعہ۔ تنبیہ لشکرین) \*

**جواب** چم تسلیم کرتے ہیں کہ متمتع سے وقار و محامضت امر او ہے۔ اور نکاح دائم پر متمتع ہے۔ مگر اس کو تسلیم نہیں کہے کہ عدم وقار کی صورت میں طلاق قبل از قول سے مزید لازم نہ آئے گا۔ آخر اس عدم لزوم کی دلیل کیا ہے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے وان طلقتمھن... فتصونعت عاقر حیضتہ اور صورت ثانی چم نے کبھی تسلیم ہی نہیں کی پہلا قول دہوئی ہو رہا ہے۔ کہ مسکت ع کے معنی وقار و عقدہ مستحجہ کے ہیں۔ اس لئے کہ عقدہ تو عقدہ محض نہیں ہے ثابت ہے۔ کیونکہ اگر تحلیل مساویۃ و خمرات اور میں شرط کوں نہ ہو تو بلا نکاح کے نفس تحریر میں محرمات ابیدہ وغیرہ یہ سب برابر ہیں پس نکاح کی حلت کے کوئی معنی نہیں تو اب نکاح پر اس کام نکاح کی تقریر صحیح ہوگی جس کے لئے لازماً قائل منوع ہے۔ اور اگر عقد نکاح مراد ہو جیسے کہ شیعہ قائل ہیں، تو تقریر بے سود اور بالکل بے معنی ہو جائیگی کیونکہ تقریر میں مستخرج علیہ کے ساتھ تعین اور ضمانت ضرور ملتا ہے۔ حالانکہ نکاح کی قید پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی پس نکاح پر تقریر نکاح کے کوئی معنی نہیں و نہ وحدت مستخرج و متوجع علی لازم آئے گا۔ اسی طرح تعقید یا شئی عن نفس بھی باطل رہے اور عقد متدہ ہونے کی صورت میں یا بعد حرف قضا کو کہیں سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

**نوٹ**۔ اس مجدد اعتراض کی براسکت ہے کہ غفلت سمجھ کر کس دلیل سے وقار کی ضرورت تصور کی گئی ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ غفلت سمجھ کے بعد غفلت کی طرف سے تسلیم ہو جاتی ہے۔ اب عدم وقار میں اگر قصور ہے تو نہ دیکھ کہ ہے مطابق لا توہر و اقعد طلاق و دج کے قصود کی وجہ سے غریب نہ ہو کیوں نقصان اٹھائے۔ یا بلکہ اگر یہ کو مشتری کے حوالہ کر دے تو اس سے نفع اٹھانا اور اس کا استعمال میں لانا مشتری کا کام ہے اس کے



عدم استعمال سے قطع کہیں یہ ان مسیحی سے محرم کیا جائے۔ اور جو نکرہ غلبت سے محقق  
و قبح عادیہ کثیر الوقوع ہے۔ اور نیز وہ بخلاف فاعلی و فاعلی کے اقرب الی الوطی ہے۔ اس کو قائم  
مقام و طبعی کر دیا۔ اور وہ اعلیٰ و طبعی کو قائم مقام ہونا قرآن مجید سے بھی مفہوم ہوتا ہے۔ و ان  
طلقوا النساء ما لهن من حشون الخ اس امت میں و طبعی و اعلیٰ و طبعی کو تیس کے نقطہ سے  
تیسرے کیا گیا ہے۔ بالانگہ تیس کے معنی بھی جماع کے نہیں ہیں۔ علاوہ اس کے شریعت قطع  
کی صورت میں کوئی شریعت النفس نہوت میں اپنا کام نکال کر ضرر دینے کے دوسرے اسکا کر سکتا  
ہے۔ لیکن اس کے برعکس نہوت مجھ کی صورت میں اس کا انکار بلکہ شہادت و عدیت  
افہار قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔

**اعتراض نمبر چار۔** لہذا اعتراض آج تک نہ دیکھتے سننے میں نہیں آیا یہ اعتراض  
بیت ایسا ہے جیسے کوئی اس تنازعہ سے کہ جو کوئی قتل جہاد سے گداس کر دے کسی کی مزاحمت  
دی جائے گی۔ یہ نتیجہ اخذ کرے کہ نفس عمدہ نہ تولے کو کوئی مزاحمت دی جائے گی حالانکہ قتل  
عمدہ نہ تو ان میں تضارب الشدیدی ہو سکتے ہیں۔ جن کے لئے جہاد گانہ سرزنش مقرر ہیں۔  
معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت صاحب ان کو شرع تو شرع مندستان کے ولایتی قانون معاملات  
سے مطلقاً مسرور نہیں ہے۔ معاہدہ کے تین مراحل ہیں۔ اول تکمیل معاہدہ اور تکمیل معاہدہ  
از اقبال موافقہ نہیں کیونکہ اس میں فریق اول کی طرف سے ایجاب کو قبول ہے مگر فریق  
کی طرف سے قبولیت نہیں ہوتی تکمیل معاہدہ میں ایجاب بھی ہوتا اور قبول بھی۔ لیکن  
فریقین کی طرف سے اپنے اپنے فقرہ فرائض کی ادائیگی عمل میں نہیں آتی۔ اور تکمیل  
معاہدہ میں فرائض کی ادائیگی پر فریقین باہم اہم ایک فریق عمل پیرا ہو جاتا ہے بمقتضیٰ  
صورت میں اندیشہ نقصان کم اور مؤخر الذکر صورت میں اندیشہ نقصان زیادہ ہوتا ہے۔  
اس لئے اگر کوئی شخص معاہدہ تکمیل کے بعد اس کو فسخ کر دے تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی  
کی خصوصیت کثندہ معاہدہ بطور ہر چاند کچھ ادائیگوں نہ کرے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے تکمیل

معاہدہ نکاح کے بعد تسبیح کا ہر جاذہ نصف ماقہ نصف قریا ہے۔ اور تعمیل ہوا ہے  
نکاح کے بعد تسبیح کا ہر جاذہ آجوزہ نصف قریا نصف ماقہ کیا ہے۔ طلاق قبل از دخول  
کی صورت میں چونکہ عورت کی محض عفت لرزی ہوتی ہے۔ اس لئے نصبت مہر کو منزل  
مقرر ہے۔ لیکن جماعت کے ساتھ چونکہ عصمت دہی وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اس لئے  
کامل مہر کی مزا کا حکم دیا جاتا ہے۔

**اعتراض نمبر ۳**۔ چونکہ استتلاح کے حقیقی انوی محض مطلق استتلاح ہے۔ اس لئے  
اقتد وقاع مجاز ہے۔ اور حقیقت کو چھوڑ کر مجاز سے تمسک ہونا ناجائز ہے۔

**جواب**۔ استتلاح سے وقاع کو مجاز کرنا عقل و فہم پر مستم کرنا ہے، متمتع بالنسہ  
کا فرد کامل بلکہ فرد مخصوص مجز وقاع کے اور کیا ہے جس کو حقیقت کہیں۔ بلکہ اگر متمتع کے  
صلہ کو خیال کیجئے، اسباب اطلاق کا قاعدہ ملحوظ رکھئے۔ تو وقاع کی اور تعین ہر جاتی ہے۔  
بلکہ اگر قطع کر استتلاح سے تو یہ بھی کیہر، حالانکہ مجاز کہنا یقیناً غلط ہے۔ البتہ مشترک  
معنوی ہو سکتا ہے۔ یا برقریرہ الصداق موجب تعین وقاع ثابت ہے۔ اگر برقریرہ حق  
کے ہوتے ہوئے قرآن الفطیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک طرف تو نکاح کیلئے عہد  
و غیرہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ آخر نکاح سے مستعد کیا ہے۔ دوسری جانب فساد کھڑا  
لکھنا ارشاد برتے ہے۔ پس کوئی کاشتکار ایسا ہو ہے کہ بے چوتے بلائے کھیت کو  
محض دیکھ کر پیداوار کا امیدوار رہا ہو پھر نکاح عہدہ کے بعد نکاح اماء کو بیان کر کے  
فرماتا ہے: ذلک لمن خشی العنت منکم کہیں پانی دیکھنے سے پیاس بجھتی ہے  
الصنوج کے دیکھنے سے شبنم کا اعلق ہوتا ہے ؟

**اعتراض نمبر ۴**۔ اگر اس آیت سے مراد متمتع ہوتی تو بجائے اجوزہ نصف ماقہ  
یا مہر ورنہ "کھا ہونا" جیسا کہ دوسری جگہوں پر انیس الفاظ سے اس منہوم کو ادا کیا گیا ہے  
(تبیہ المنکین)۔





اس کو جزو قرآن سمجھتے۔ تو حضرت صدیق نقیہ داخل قرآن مجید نہ ہوتا۔ اور ہرگز فاسح نہ کیا جاتا۔ اگر ایسا ہوتا تو جناب فاروقی ضرور اس کو داخل قرآن مبنی دیتے۔ کیونکہ جمع قرآن کے وقت تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ شیعہ منکر متدبیر بھی نہ تھے۔ تا کہ یہ شیعہ ہو کہ یہ نبی بات کی بیخ میں ایسا کیا۔ بیکار تو اپنی خلافت کے عہد میں کیا ہے۔ تو جب اس قرأت پر اجماع امت ثابت نہیں ہوا کہ جزو قرآن نہ ہو۔ نہ ہر اجماع امت ہوا تو نتیجہ نکلا کہ حرمت تعدد پر اجماع امت ہے جب خود علامہ مجلسی اس قرأت کو قرأت شاذہ کہتے ہیں۔ (رسالہ متعدد قوبات نبی کریم) کہ جس پر اس قدر شہدہ سے کیا جاتا ہے کہ اس قرأت پر اجماع جمہود امت ہے۔ **اعتراف** منبر کے مآیت ہنا میں بحجۃ بفتار جمال استماع مذکور ہے۔ اور بعد ازاں اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ بعد استماع اجرت شہدہ ان کو دے دو اور یہ اس امر پر ال ہے۔ کہ بحجۃ بفتار جمال اجماع جائز ہے۔ اور یہ صورت صرف عقد متعدد ہی میں شہدہ ہے۔ کیونکہ نکاح دائم میں یہ حالت یعنی جماع بحجۃ بفتار جمال درست نہیں نکاح دائم بغیر حاضری گواہ و اجازت ولی منعقد نہیں ہو سکتا۔ اور بغیر عقد کے جماع جائز نہیں پس ثابت ہوا کہ اس آیت کو نکاح دائم سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ متعدد سے متعلق ہے۔

**جواب**۔ یہ اعتراف تو بالکل بے معنی اور جمل ہے ربط ہے۔ بلکہ مذہب کے الی خلافت ہے۔ کیونکہ یہ کتاب لکھ غلط ہے کہ آیہ کریمہ میں بحجۃ بفتار جمال مذکور ہے۔ بلکہ ان قبضہ خواہ اموالک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اشیائکم میں ہے۔ بشرطیں یہاں کی گئی ہیں۔ اقل بفتار یعنی زبان سے ایجاب و قبول کرنا۔ اسے افتاء اس لفظ کے معنی مطلق طلب کے ہیں۔ مگر حسب منہو تو بال اتفاق مستبصر نہیں علاوہ اس کے مال کا مقابلہ اسی عقد باللسان کو متضمنی ہے۔ کیونکہ نہیں وین کا ساتھ بلا گفت و شنود

سہ دور قرأت شاذہ منقول است از عیال الشریعہ حیا میں وغیرہ ایشاں۔

تراہی طریق میں نہیں ہو سکتا۔ "وَمَّا لَمْ يَكُنْ مَالٌ" یعنی میری نفقہ دینا منظور ہو۔ سوم ارادہ احسان  
یعنی تدریج مقصود ہو چہ اگر تم نفی استیلاج یعنی نفس قضائے شہوت مقصود نہ ہو۔ پس  
ان دلائل کے دوسرے آیت کریمہ کو مجروح و متغایا بالامحال میں مختصر سمجھنا بالکل غلط ہے یہی وہ  
ہے کہ ابتکار بالمال کے بعد محضنین بڑھایا گیا۔ کیونکہ مجروح و متغایا بالمال تو دنیا میں  
بھی ہوتا ہے۔ دہان زاری رشتہ ہی بھی تو سوائے پسپے کے اور کیا چاہتی ہے پھر تائید  
خیال و قاضیین سے فرمائی یعنی مال خرچ کرنے سے شہوت ذاتی مقصود نہ ہو جیسا  
کہ دنیا میں ہوتا ہے۔ اگر غیر مذکور کھا جائے۔ تھان وہ قید عمل سے متروک و متروکوں باطل  
ہو گئے۔ کیونکہ متغایا شہوت احسان دہانہ مسدود شہوان ہے۔ یا قرعہ جیسی رسالہ متغایا  
کے فصل محدود میں لکھتے ہیں۔ محسن کے است کہ میرا فرج حلال باشد و اگر نہ  
بلکہ کہ صبح و شام یاد تو ان رسید اگر نکاح متغایا شہوت باشد تو جب احسان غیبت  
اور تقرب ہوا سبق سے مجروح و متغایا بالمال حرام بھی باطل ہو گیا کیونکہ بات تو فقط  
دنیا میں منظور ہے۔

یہ کہنا بھی بقاعدہ شیعہ ان غلط ہے۔ کہ نکاح دائم بغیر عار و گواہی و اہانت و دل نہیں  
ہو سکتا کیونکہ باقر مجاہد کے رسالہ فقہ کے باب النکاح میں ہے "بشرط نیست گواہ  
و بیع نکاح پس اگر چہ نکاح کنند و آں را پوشیدہ و داند صحیح باشد اور ثابت نیست  
ملکیت ایشان بر دنیاں بالغ رسیدہ و اگرچہ بکر باشد۔"  
اعظمراضی نمبر ۱۸۸ آیت کریمہ میں مجروح و استیلاج اجرت دینے کا حکم ہے۔ اگر استیلاج  
نہ ہو۔ تو اجرت نہیں۔ نکاح دائم میں عمار استیلاج و بالغ ہو یا نہ ہو صلح کے بعد نصف  
مردین لازمی ہے۔ نیز شریعت میں نکاح و استیلاج میں فرق ہے۔ یعنی استیلاج  
تکذکار نام ہے۔ اور مجروح نکاح تکذکار نہیں پس ثابت ہوا کہ یہ آیت متعدد کے  
بارے میں ہے۔

جواب :- استمتاع کے لہذا جو دینے کا حکم ہے۔ اولیٰ اجر کا جیسا کہ لفظ قرطیہ بیان ہے۔ گھاس کے برعکس نفس نفس سے بھی مہر کا ادا کرنا لازم نہیں اور جب شریعت نے نکاح و استمتاع میں فرق کیا۔ اسی استمتاع تلذذ کا نام ہے۔ اور بعد استمتاع اولیٰ مہر کامل کا حکم دیا ہے۔ تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ پھر اس آیت سے متدکس طرح ثابت ہو گیا۔ بلکہ جب نفس عقدا استمتاع نہیں اور بلا استمتاع مہر کامل واجب نہیں۔ تو یہی آیت بطلان متدکس کے لئے کافی ہے۔ کہ نہ مہر خلافت آئے کریم متدکس نفس نفس سے ادا ہے مہر کامل واجب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے مجلسی رسالہ فقہ کے باب المتدکس میں لکھا ہے۔ تجدد عقد تسلیم واجب ہے۔ شواہد انہی میں تجدد عقد متدکس لغویہ اجملاً لازم ہے۔ اور شیعہوں کی یہ توہمیا اسلامی قانون اجارہ کے بالکل منافی ہے۔ اجارہ حق کیا عجیب اجارہ ہے۔ جس میں بلا کام کے صرف نفس معاہدہ تحت ہو جانے سے بعد ہی اجرت دے دینی لازم ہو جاتی ہے۔

اعتراف فیہ ۹۔ اگر اس آیت کو صحیح مطلق کے متعلق مانا جائے تو ایک ہی صورت میں مدد دے گا کہ یہی حکم کا صمد ماننا چاہئے گا کہ پس رفع کمر اور ردی ہے۔ لہذا یہ آیت متدکس کی نسبت ہے۔

جواب :- یہ بھی بالکل باطل ہے۔ کیونکہ آیہ فَاَلْكَحُوا مَا لَکُمْ مِنَ الْخَمْرِ میں احتیاج کی قید اور مکمل مہر کا ذکر نہیں ہے۔ وہاں صدق قیون نخلۃ اور بیان اُجور حسن قیہ فیض ہے۔ ان دونوں آیتوں کو ہم معنی قرار دینا اگر حاکم مطلق نہیں تو کیسا ہے۔ بھلا اگر اس کو خیال کیجئے۔ کہ کلام متدکس میں حکم قید پر ہوتا ہے۔ تو ادب بھی مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ کہ پہلی آیت میں نخلۃ قید واقع ہے۔ اور سق کلام بھی اس کے لئے ہے۔ اور دوسری آیت میں فریضۃ قید واقع ہے۔ اور سق کلام بھی بیان ادا ہے فریضۃ یعنی مہر کامل کے لئے ہے۔



نیز پہلی آیت کے مخاطب اولیائے مذہب ہیں۔ اور دوسری میں بالاتفاق اندراج  
ملی آیت میں اولیائے مذہب کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ ان کے وصول کردہ مصلوہوں میں  
بمرض نہ کریں۔ ہاں اگر خود میں خود خوشی سے کچھ ان کو دے دیں تو وہ ان کا حق ہے۔  
دوسری میں مقررہ مصلوہ کی کمی بیشی کے متعلق حکم خداوندی ہے۔ ولا جناح  
علیکم فیما اتقا ضیقکم یاہ میں بعد الضیق یعنی یہ کہ تیرا ضیق طرفین کی ہیں  
ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں نہیں وہ مصلوہ میں کوئی معاملہ ہے۔ اور دلی نوجہ کا مہر  
کے درمیان کوئی معاملہ ہی نہیں جس میں تراحم کی حاجت ہو۔ ہر چند یہ آیت جسے  
شیوہا حبان اماحت متعوض میں پیش کرتے ہیں۔ بفسر برمت متہ کو ثابت کرتی ہے۔  
لیکن لہجوائے جہرا نجاد یا یہ رسانیدہ قرآن کریم کی روایات سے عزت متعوض کی  
تصدیق اصحاب است متہ کی تفسیر کے استدلال اخذ کئے جاتے ہیں۔

دلیل دوم۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ..... اَلَا عَلٰی  
اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُمْ فَاَنھُمْ خٰیِرٌ مِّلُوْمِیْنَ۔ فَمِنْ اَبْتَعٰی  
وَرَاۤءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْعَادُوْنَ۔** ترجمہ تحقیق مراد والے اپنی مراکھ کو منجھ گئے  
اصی وہ لوگ ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی عورتوں اور اپنی لڑکیوں  
سے کہ ان میں ان کو کچھ الزام نہیں ہے۔ لیکن ان کے علاوہ جو کسی اور کے طلبگار ہوں تو  
وہی لوگ حدود شرع سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے  
کہ سوائے منکوحات و مملکات کے اور کسی عورت کے سامنے ہمیں اپنی شرمگاہوں  
کی حفاظت سے دست بردار ہونا لازم نہیں ہے۔ اور جو اس کے خلاف عمل کرے  
وہ خدا کا باغی ہے۔ اس آیت کریمہ میں **فَمِنْ اَبْتَعٰی** و **وَرَاۤءَ ذٰلِکَ** بالخصوص خود طلب  
ہے۔ یہی ایک فقرہ حرمت جس کے لئے ناقابل تردید ہے۔ اس فقرہ میں **فَاَسْرَفَ**  
تہ قبیح بطور تخریج کے استعمال ہوا ہے۔ اور چونکہ یہ **مِنْ** اسم موصول پر لگا ہوا ہے

اس نے جملہ ابعاد کو فرج ہے۔ اپنے جملہ اقبال سے جو اس کا اصل ہے۔ مربوط کرتا ہے۔ "ذَلِكَ اَسْمَاءُ اَشَارَہُ مَعْرُوبٌ ہے۔ جس کا اشارہ الیہ لفظ معانی کے وہ کام ہے جس کا ذکر قبل کی کتاب ہے۔ یعنی حفاظت فرج از زمان بغیر از ادراج و ملکات۔ پس اس فقرہ کے معنی یہ ہونے کہ جو شخص اپنی مشکوعات و ملکات کے علاوہ کسی اور عورت سے مقاربت کرتا ہے۔ وہ یقیناً شرعی حدود کو توڑنے والا ہے۔ جس کی سزا مطابق حکم باری تعالیٰ "وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ ذَاوِلْنٰكَ هَٰذَا الظَّالِمُوْنَ" ہے اور ظالموں کی سزا سوائے جہنم کے اور کیا ہو سکتی ہے؟

**اعترافِ نمبر ۱۔** زن متوحہ بھی انطاج میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ ہر دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک دائمی بحیرہ میں ایٹ نفقہ و عشق ہے۔ اور ایک منقطع کہ جس میں یہ اوصاف نہیں ہوتے۔ لیکن کتنے دونوں کو زوجہ ہی میں جیسے حلوۃ کئی طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جس میں اذان۔ قامت اور جماعت ہے۔ اس ایک وہ جس میں یہ اوصاف نہیں ہوتے۔ لیکن کتنے دونوں کو حلوۃ ہی میں رہا ان المتوحہ وغیرہ) **تجواب نمبر ۱۔** جہاں کہیں اللہ پاک نے لفظ "توحہ" یا "انطاج" قرآن پاک میں استعمال کیا ہے۔ اس کے معانی مشکوہ یا مشکوعات کے سوائے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ یَا اٰدَمُ اسْكُنْ اٰثَرَ دُوزُخٍ الْبَحْثَ ۙ (ترجمہ) اے آدم تم اور اور تمہارا ہی بیوی جنت میں رہو۔ حضرت حجاب الیہ البشر کی زن مشکوہ نہیں ذکر متوحہ کیونکہ آپ دائمی زوجہ تھیں نہ وقتی بیوی کہ ہر مقلعے دہر زنے کے مطابق تبدیل ہوتی رہتی ہوں۔

۲۔ یَا اٰیہَا النَّبِیُّ قُلْ لَا ذُلَّ جُلْ ۙ (ترجمہ) اے نبی اپنی عورتوں سے کدوالیہ امر متفق علیہ ہے کہ رسول کریم کی پاک صحبت میں کوئی زن متوحہ

دعویٰ۔ جملہ ادواج مطہرات بذریعہ نکاح ان کی زوجیت میں آتی تھیں۔ شیعہ صاحبان  
آل جناب کی کسی ایسی تدبیر کا نام پیش کریں جو عینہ متو کے ذریعے زوجہ منقطع  
بنی ہو۔

علم سؤد جہنکھا پتہ ج (ترجمہ) اسے نبی ہم نے اس حوریت کو تحریری زوجہ بنا  
ویا ہے۔ کیا حضرت زید کی مطلقہ ام المؤمنین حضرت زینبؓ زانیہ متوجہ تھیں۔ یا  
جدیدہ نکاح سلسلہ زوجیت میں آتی تھیں!

ہم سائن تبدیل ہونے میں اذاج پتہ ج (ترجمہ) کو اپنی افواج میں سے تبدیل  
کرد۔ اس جگہ بھی رسول کریمؐ کی منکوحات کا یہی ذکر ہے۔ نہ کہ منکوحات کا جو کبھی آپ  
نے اپنے نفس پر حلال نہیں کیا۔

۵۔ ذاتہ بنتہ لفظ زوجہ پتہ ج (ترجمہ) حضرت زکریاؑ کے لئے ہم نے  
اس کی بیوی کو درست کر دیا۔ کیا حضرت زکریاؑ آج کل کے ہوا ہوسو کی طرح  
سفری بیویاں رکھا کرتے تھے۔ جن میں سے ایک کی شفا یابی کی خوش خبری جناب  
باری تعالیٰ کے ہاں سے نازل ہوئی ہے۔

ان سب مثالوں سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ مذہب جس کا ذکر قرآن کریم  
میں آیا ہے۔ اس کا اطلاق صرف منکوحہ پر ہی ہو سکتا ہے۔ اور میں سبے جاری مقررہ  
کسی طرح پر بھی افواج کے ذمہ میں داخل نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ انفس کے دماغی  
داخل لاکھ طرح کی تاویلوں اختراع کریں۔

جواب نمبر ۲۔ فرقہ بنی ہمدانی نے لوازمات زوجیت ہمارے قیاس پر بیزارت  
حلاق، عدت، اور نفقہ و ہذا تصریح بالترتیب۔

امامیہ و اہل اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فلکہ قصص ما تراء  
انوا جکم بہ تو ہے سند نسبت توارث فیما بین فرقین نکاح اور سند نسبت



تاریخ فی الدولہ یہ ہے: "لذا کما مثل خطا لا یثبیت" (مگر خطا کے کما حصہ دور کیوں  
کے برابر ہے۔ اس کے برعکس منہائے تند کہ فتویٰ نسبت کو روٹ اس طرح پر ہے۔  
لیس بینہما میوات اشتراط اولہ لیشترط "فروج کافی" کتاب اول ص ۱۹۷  
(ترجمہ) فریقین تند کے درمیان میراث نہیں ہے۔ خواہ اس کے متعلق شرط ہو یا نہ ہو  
اما طلاق اگر زن و شوہر میں یا ہم ناء اتفاق رہتی ہو۔ یا کسی اور وجہ سے شوہر  
اپنی منکر سے علیحدہ ہونا چاہے۔ تو اسے نکاح ہے کہ بذریعہ طلاق اسے علیحدہ کرے  
قول تعالیٰ "من ھو ھن بھر وقت لیکن زن لیس تند عدلی علیحدگی کے لئے طلاق کر  
ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ انقطاع میعاد تند ہی بشرط طلاق کے بھی جاتی ہے۔  
چنانچہ باقر مجلسی رسالہ فقہ کی کتاب الفراق میں کہتے ہیں: "چشم آنکہ نکاح دائم باشد پس  
واقع نشود طلاق و رستہ"

اما حدت حدت کا حکم یہ کریمہ "وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَیِّقُوْهُنَّ  
لِیَدِّ یَتِّقْنَ" سے عائد ظاہر ہے۔ "حدت حدت طلاق کی صورت میں ماہانہ  
تین مہینے والی طلاق یا تو بھین یا انفسہن ثلاثہ قرعہ" اور غیر جائزہ  
کی حدت میں نہیں داخل ہے۔ "و یذرون ازواجہ یا تو بھین یا انفسہن الخ"۔  
دوسرا فقرہ بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہو جس صورت میں وضع حمل حدت حدت ہے۔ "وَ  
اُولَئِکَ اَلَا حِمَالٍ اَجْلَہُنَّ ... حسیلہن" اب فرقہ مخالف قرآن کی رہا نشانی  
ملاحظہ ہوں کافی انکیزی جو حلال میں ہے۔ "نفسہ دار بعلن لیس او جامع عیسی میں ہے  
"و تم زمانیکہ ایشان را بعد تند دخل کردہ یا شد چہ حدت ایشان و در تیار حیض پاک  
شدن است اگر تند مکم شرمی ہے۔ "امین تند واقعی نہ ہو بشرطی ہے۔ تو یہ وجود لیس  
قطعی ثلاثہ قرعہ و ثلاثہ اشہد کے علمائے شیعہ کی اس تہافت و مخالفت  
کی بجز ان کی دین فروشی کے اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ "ثلاثہ" کے لفظ سے بوجہ

اس کے کہ یہ عقائدے ٹلشک یا اولاد نے والی ہے۔ ان کو طبعاً ایماناً نفرت ہے۔

**اما نفقہ نکاح کے بعد شوہر پر بی زوجہ کو نکاح دینے کا فساد ہے۔** قولہ ۵

اما نفقہ من اموالہم پس ہرگز قرآن مجید یہ لانا نہایت نوجوبیت کے اجزاء  
لایفکہ میں جو عورت ان فوائد سے محروم ہے۔ اسے قرآنی اصطلاح میں ہم زوجہ  
نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ الشی اذا ثبت ثبت ولو اذ صحت زوجہ کی دو قسمیں ہیں  
فانہی احدہما یعنی جو بیان کی گئی ہیں۔ اس کی مستقر ان کے ہم میں کہیں موجود نہیں ہے۔  
اور یہ صلہ کی مثال دی گئی ہے۔ کہ اس کا اطلاق نادر جواز پر بھی کیا گیا ہے۔ حالانکہ  
اس میں کوئی بھی رکن صلہ کا نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلہ پر ہم بھی ایک مثال ملے گی دیتے  
ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ولدا نکاح اور دوسرا ولدا الزنا۔ مگر کتے دونوں کو ولد  
ہی ہیں۔ حالانکہ ولدا الزنا میں نہ تو شہادت نسبیہ ہی ہے۔ اور نہ میراث۔ اگر زن مستحلہ  
بھی اسی طرح العاج کے ذمہ میں شامل ہے جس طرح کہ ولدا الزنا اولاد کے ذمہ میں  
شامل ہے۔ تو چشم مادرش دل مایاں کرے کیونکہ ہمارا دعویٰ ہی یہ ہے۔ کہ زن مستحلہ زانیہ  
ہے جس طرح ولدا الزنا حرامی ہے۔

**اعتراف نمبر ۲۔** میراث۔ نفقہ و طلاق زوجہ کو زوجہ ہونے کی حیثیت سے  
حاصل نہیں ہیں۔ بلکہ باہقہ اور ضمانت دی و تا بعد اسی شوہر کے اور نہ مخالفت ہونے  
اس کے دین کے ہیں۔ اس لئے کہ اگر عورت کا فرہ ہو جائے تو میراث شوہر کی نہیں  
پاتی۔ ادا اگر شوہر کرنا عرض سکے تو اس کا نفقہ بھی شوہر سے ساقط ہو جاتا ہے۔ ادا اگر  
مردہ ہو جائے تب طلاق کے باقی ہو جاتی ہے۔

**جواب۔** میراث وغیرہم زوجہ کے شرعی حقوق ہیں۔ جو یہ حقیقہ نکاح میں آنے  
کے اس کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور سوائے ان استثنائی فوائد کے کہ وہ ان  
حقوق سے بھی محروم نہیں ہو سکتی۔ استثناء کو قاعدہ کلیہ کا ناخوار دینا کچھ شدید

دماغ ہی کا شیوہ ہو سکتا ہے۔ اس مضمون کو دوسرے طریقہ پر اس طرح ادا کیا جا  
 سکتا ہے کہ اگر ملکہ کافرو بھی نہ ہو جائے اور شوہر کی نافرمانی بھی نہ کرے۔ تو وہ یقیناً  
 موزا کے حالات میں بصورت انکار متغایب شوہر اور مقدم الذکر حالت میں برائیات  
 شوہر پر بذریعہ عدالت نان و نفقہ بھی لے سکتی ہے۔ اور میراث بھی حاصل کر سکتی ہے  
 لیکن اس کے برعکس اگر محتو و مومن بھی ہے۔ اور تابعداری بھی کہے تب بھی  
 اسے میراث و نفقہ کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ کیا ایک ایسے اجرت پر کام کرنے والا  
 مزدور اور سرکار کا قابلِ پیشنِ اسمیٰ کا مستقل مقابلہ دو نوں مساوی الحقیقت  
 ہو سکتے ہیں۔ مزدور کیسا ہی اچھا کام کرنے والا ہو وہ پیشنِ کا مستحق نہیں ہو سکتا۔  
 خواہ وہ تمام عمر وہیہ اجرت کے کام پر ایک ہی شخص کی خدمت میں بسر کر دے  
 لیکن اس کے برعکس سرکاری ملازم یقیناً پیشنِ کا حقدار ہے۔ بشرطیکہ اس سے  
 غیر معمولی طور پر کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے جس پر وہ مجرم ہو جائے۔ وہ ملازمت  
 کے برطرف ہو کر اپنے حقوق پیشنِ مناد کر دے۔ اسی طرح پسر شرعی اگر  
 اپنے باپ کو قتل کر دے یا کافر ہو جائے۔ تو وہ محروم الارث ہو جاتا ہے۔ تو  
 کیا اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ نسب سبب توارث جیسے جگہ بیٹے کی خونی  
 اور برنداری سبب توارث سے فرقان حمید تو ایسی لفظ جو حیرت کے لئے فرماتا ہے۔  
 یوحنا کہ اللہ فراداد کہ لہذا کہ مثل حقد الانبیاء کہ انہ تمہیں اولاد کے  
 پاس میں حکم و تسلط ہے۔ کہ لہذا کہ کا حقد و دو نکول کے برابر ہے۔ اب یہ فیصلہ کیا  
 ارباب بصیرت کے لئے ہے۔ کہ حکم خدا کو قطعی سمجھیں یا شیعہ توحید کو۔  
 خلاصہ یہ ہے کہ جب متوحد کا اتفاق یہ حقوق حاصل نہیں تو وہ ہر استغاثہ  
 پر کام و ملازم نہ جیت وہ نہ ہر شرعی باقی نہیں رہی۔ اور جب نہ ہر شرعی نہیں رہی تو جو  
 باطل ہو گیا۔



**اعتراض نمبر ۳۔** اہل سنت کی کتابوں میں نبی متوحہ کو زہ جواد منکوہ جبریاں کہتے ہیں بخاری میں لکھا ہے تزوج المراءۃ بالشوب الی اجل یعنی زہ جہ بناتے تھے ہم عورت کو ساتھ کپڑے کے مدت معین تک۔ اور تاریخ طبری اور اصل شیعوں کی کتاب ہے (وہندہ) میں لکھا ہے کہ تزوج ذہیر اسماء بنکاح الممتنع (ترجمہ) زہ جہ کیا زہیر نے اسماء کو نکاح متوحہ کے ساتھ۔ پس پہلی حدیث سے متوحہ کا زہ جہ ہونا ثابت ہوا۔ اور دوسری حدیث میں منکوہ ہونا ثابت ہوا۔ تنبیہ المتکبرین) جواب۔ معترض یقیناً عقل کا دشمن ہے۔ درندے و قوت بھی کچھ سکتا ہے۔ کہ یہ اتفاقاً بعضی عجمانی استعمال ہوئے ہیں۔ در بعضی حقیقت اگر ان کا استعمال بعضی حقیقت تصور کیا جائے۔ تو کافی چونکہ اب اول صحت پر جو یہاں حدیث مذہبانی ائمہ کرام درج ہیں کہ ہم۔ یہ ملعون و ملعون من نکح بھیسہ کیا ان کی رو سے مشیت ذلی اور جہان و زمی میں بھی نکاح بمعنی حقیقت میں۔ کیا معترض صاحب ازراہ کرم بتلا سکتے ہیں کہ مشیت ذلی میں کن۔ صدر المفسرین اور حیوان یا زمی میں کن نہیۃ الی عظیم حیثیت نکاح پڑھائے ہیں۔

## زنا کا پانی سے نکاح ہو جانا

ہماری کتابوں سے تو متوحہ کو زہ جہ ثابت کرنے کی کوشش کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی کیونکہ ہم تو قرآنی زوجہ کو ہی زہ جہ کہتے ہیں جس میں اوائیات زہ جہیت سب تصریح قرآن مجید بدرجہ اتم موجود ہوں۔ البتہ اسماء الہی زہ جہ بڑی آسانی سے ثابت کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ حوالہ (بقول شیخ) حضرت علیؑ کو غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی طنائیں پہنچ کر اُسے واپس لے آنے کی طاقت تھی وہاں نہیں یہ پہلی ہی حق بھی حاصل تھا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیں۔ اگر یہ

نواۓ وہ شام ایسے کو کے کارخانہ انٹر کی ایجاد ہو تو اپنے اسی حق کو استعمال کر کے  
حضرت علیؑ نے مطلق زنا کو نکاح قرار دے دیا تھا۔

روایت ہے۔ قال ابی عبد اللہ جاءہ امراۃ انی عمر فقالت انی زینت  
فطہری فامر بہا ان ترحم۔۔۔ فقال امیر المؤمنین تذرینہ و رب الکعبۃ  
و فردع کا بی بیؑ (یعنی امام جعفرؑ نے فرمایا کہ ایک عورت (حضرت عمر رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور کہہ گئی کہ میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کیا جاوے۔ تو  
آپ نے حکم دیا کہ اسے سنگسار کر دو۔ حضرت علیؑ کو اس کی خبر مل گئی۔ تو آپ نے  
اس عورت سے پوچھا کہ تو نے زنا کیا ہے۔ وہ بولی کہ میں جنگل میں جا رہی تھی۔ مجھے  
سخت پیاس لگی میں نے ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے اس شرط پر پانی دیا  
یہ نہ تھا کہ وہ پانی ظاہر کی گہ میں اپنے نفس پر اس کو قدرت دوں۔ چونکہ پیاس کی شدت  
زیادہ تھی میں اپنے نفس پر اس کو قدرت دے دی۔ تو امیر المؤمنینؑ نے فرمایا  
کہ مجھے قسم ہے رب الکعبہ کی کہ یہ نکاح ہی ہے۔

و لیل سوم حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فان خفتم الاخذ لہو واحدۃ او ما ملکتم  
ایمانکم و ترجوا ان تمیں خوف ہو کہ ایک سے زیادہ عورتوں میں انصاف نہ  
کر سکو گے۔ تو ایک ہی عورت پر شہادت کرو یا ان شہادیاں رکافی ہیں۔ اس بعد چونکہ  
اللہ تعالیٰ نے خوف اسقاط عدل ایک منکوحہ عورت کرنے یا صرف لونڈیاں  
رکھنے کا حکم دے کر غامضی اختیار کی ہے۔ اور کسی تیسری قسم کی مقابلہ نہ کر  
تو نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کے سوا کسی اور قسم کی  
مجامعت شرح میں جائز نہیں ہے۔ حالانکہ یہ مقام اس امر کا مقتضی تھا۔ کہ وہ  
تمام صورتیں پس مذکور جائیں کہ جن میں نا انصافی محال الوقوع ہے مجتہدات  
کا ذکر اس جگہ ضروری تھا۔ کیونکہ یہی ایک ایسی ہے کہ جس میں نا انصافی

من الوقوع ہے۔ اور وہ اس کی یہ ہے کہ تہہ عورت کا بعد وصولی سے وضع  
 سے ہر حالت میں پیشگی دیا جانا شرط مستعد سے ہے۔ اور کسی قسم کا حتیٰ مرد  
 کی نہیں رہتا۔ اور چہاں کوئی حق نہ ہو۔ وہاں حق تلفی ہے معنی جبر ہے۔ حالانکہ  
 عکس ایک ہی مشکوٰۃ عورت یا لوثہ یوں کی صورت میں بھی ان کے کچھ کچھ حقوق  
 پر ہر واجب ہوتے ہیں جن کے ترک کرنے سے شوہر پر ظلم کا اطلاق ہو سکتا  
 ہے۔ پھر اس آیت کا آخری حصہ ذالک اذ فی الاقوال با خصوص قابل تو جبر ہے  
 کے معنی یہ ہیں۔ یہ صورت اقرب ترین ہے کہ تم بے نصافی سے بچو یعنی اس  
 حوالے اور کوئی مستحق تدبیر نہ انصافی سے بچنے کے لئے نہیں ہے۔ ذالک  
 شان الیہ ذکر ما قبل ہے جس میں دو صورتیں مذکور ہیں یعنی عورت سے نکاح  
 بلا وہندی سے مقاربت کرنا۔ پس اندیش صورت سب سے مقدم ذکر اس  
 یا جو زمان مستعد کا شمار کہ لوثہ می بھر معنی خیر سکوت شدہ رک نے اسی جگہ ہی  
 اختیار نہیں کیا۔ بلکہ قرآن مجید میں نکاح کے احکام جس جس جگہ پڑا ہے اس میں یہاں  
 عورت کے علاوہ عورت لوثہ یوں کا ہی ذکر ہے۔ اور جس چنانچہ مذکور ہے  
 احرمت علیکم امواتکم... والمحصنات من النساء الا ما حلک  
 بانکم سورۃ نسا و ترجمہ حرام کی ہیں واسطے نکاح کے تحریر... وہ مردوں کی  
 نکاحات سوائے وہ جو تمہاری لوثہ یاں ہو جائیں  
 ۲۔ یا ایھا النبی انا حللناک الا ما حلک النبی ایت اجودھن ما ملک  
 ینک سورۃ احزاب و ترجمہ اسے پیغمبر ہم نے حلال کہیں ہیں تمہاری بیویاں  
 ان کے تم نے مہر دیئے ہیں اور تمہاری لوثہ یاں۔ اس جگہ پر اشتقاقی آیت  
 باب کے ساتھ ایک خاص رعایت کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ مؤخر الذکر آیت کے  
 یہ بھی اس کا ذکر یا میں الغافلہ کیا گیا ہے۔ جو نمبر ۲ میں درج ہے۔

جو اسے  
 ہر قابل باقی  
 اس عکس  
 بندہ شوم واجب  
 ہے  
 جس کے  
 کا شمار الیہ  
 کرنا  
 احکام میں  
 نکاحات  
 الیہ انک  
 نکاحات  
 بینک  
 جن کے  
 محبوب  
 قرآن



۳۔ وامرأة مومنة ان وجبت نفسها للشبی ان اراد النبی ان یستنکحها  
خالصةً لک من دون المومنین۔ وترجمہ واصل ہے تم پر اگر کوئی مسلمان عورت  
(مفت) اپنے تئیں پیغمبر کو دیے (یعنی بغیر مہر کے نکاح کرتا چاہے) بشرطیکہ  
وہ بھی اس کو نکاح میں لینا چاہیں۔ یہ بات خاص تمہارے ہی لئے ہے۔ وہ  
مسلمانوں کے لئے نہیں۔ یہاں بھی اللہ پاک اپنے محبوب کو سوائے منکوحات  
اور لوٹا لیل کے تیسری قسم کی عورت عطا نہیں کرتا۔ اگرچہ رعایت کی ہے حرمت  
اس مہر میں کہ اُن جناب بغیر مہر کے عورتوں میں اپنے نکاح میں لے آویں۔ مگر  
ایسا ہی ثواب کا کام ہوتا جیسا کہ شیخ کتب میں اس کی تعلیٰ میں در قرآن کے  
درق سیاد کے ہوئے ہیں۔ قرنی کریم سے پادری لغائی کو کون زیادہ محبوب و  
محبوب تھا کہ جس کے لئے یہ نعمت اختیار بھی تھی۔

اعتراف۔ اس آیت میں ایک ہی یا نوئمہ کا ذکر نہ کیا گیا جو سکوت اللہ  
تعالیٰ نے اختیار کیا ہے۔ اس سے لڑنا یا بیچ نہیں سکتا کہ لڑن منہ و دست نہیں  
ہے۔ علاوہ ازیں اس آیت میں ذکر اُن عورتوں کا ہے جن پر انتقام خاندانہ کا  
موقوف ہے۔ اور وہ یا نہر ہوئی ہے۔ یا نوئمہ اور دن منہ و نہیں ہوئی بلکہ اس سے  
فقط رفع حاجت منظور ہوئی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر یہاں نہیں  
کیا۔ (تنبیہ المفکرین)۔

جواب۔ یہ غلط ہے۔ کہ خداوند کریم نے اسی جگہ ہی سکوت اختیار کیا ہے۔ بلکہ  
قرآن مجید میں جہاں جہاں نکاح کے احکامات درج ہیں وہاں زوجہ اور لوٹا لیل  
کے علاوہ کسی تیسری صنف ذکر ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ امر بیان ہو چکا ہے۔ چونکہ  
دن منہ سے کف مشفوعہ زن کا کام لیا جاتا ہے۔ اس لئے نہ صرف اس جگہ ہی  
بلکہ کسی اور جگہ بھی اس بد نصیب آلہ اخراج منی کا ذکر نہ لانا ضروری نہیں کیا

سب قرآن مجید کی آیات ایک دوسری کی مفسر ہیں۔ تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ایک  
 آیت قائلہ پاک نے متوع کے حکم کو صرف ایک ہی جگہ اور نہ بھی نہایت ہی دلی  
 ل سے اذکار ہے۔ اور دوسری طرف دیگر مقامات پر ایسی آیات بیان فرمادی  
 ہیں جن سے صراحتاً و کنایہ اس حکم کی بلا واسطہ یا بالواسطہ تہذیب و تکذیب ہوتی  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب احکامات بھی جو محض اضطرابی حالات میں جو اذکار کا حکم  
 تھے ہیں۔ مثلاً فہن اضطراب فی غلبۃ غلبہ متجانفون کا مشعر اور جن سے لکھ  
 سے ایک آدمی مسلمان کو صد سالہ زندگی میں ایک بار شیش تو دوبار بالکتابہ مستفید  
 ہونے کا موقوف ہے۔ متعدد آیات کے ذریعہ سے اظہار من الشمس کر دیے ہیں۔  
 اس طرح ممکن ہے کہ وہ ذات علیہ ایک ایسے اہم قانون کا جس کا اطلاق (قول  
 جہاں کم دیش ہر مسلمان مقتضی ہر معمولی حالت میں ہو سکتا ہے۔ صرف ایک اور  
 ایک ہی عقد و جگہ پر اور ہر نہایت ہی حجاباً بطور پر ذکر کرے۔ علاوہ انہیں چونکہ صاحب  
 منکرین خود تسلیم کرتا ہے کہ عقد متوقف قضائے شہوت کی نیت سے کیا  
 ہے۔ اور زانیہ متوع سے فقط رفع حاجت منظور ہوتی ہے تو مدعی کے اپنے  
 کے مطابق یہ عقد ایسا نہیں کہ جس پر غیلا صاحبین کا اطلاق ہو سکے  
 یہ عقد متوع قرآنی کے ان جملہ احکامات کے احاطہ سے خارج ہے۔ کہ جن پر  
 نبی تعالیٰ نے احسان اور عدم اسفاح کی قید لازماً مقرر فرمائی ہوئی ہے۔ ورنہ  
 ان متوع ایک ایسا حکم قرآن سے نکال کر دکھاویں جو ان قیود سے خالی ہو۔ لفظ  
 اسفاح کے حسی و اصل معنی معانی پر اگر غور کیا جائے تو اس کا مطلب سوائے  
 شہوت کے اور کچھ ہوتا ہی نہیں۔ اور چونکہ بقول صاحب نیس منکرین عقد  
 سے بھی مقصود قضائے شہوت ہی ہے۔ اس لئے عقد متوع قرآنی عقد نہیں  
 بنایا جاسکتا۔ بلکہ یہ خالص زنا ہے۔

(۱) وہاں  
 میں  
 سے  
 رکھنے  
 میں سے  
 ہونے کا  
 تو یہ کس  
 (۲) ایک  
 تقدیر النکاح  
 ہوتا ہے  
 اقبال  
 لہذا یہ  
 باری تعالیٰ  
 مجوز ہیں  
 اسفاح  
 قضائے  
 عقد  
 قرار

دلیل چہارم۔ خود نہ کویم اپنے فرقان الحییر میں فرماتا ہے: **وَلَا يَسْتَعِفُّ الذِّمِّيُّ**  
**لَا يَجِدُونَ لَكَ مَخْرَجًا حَتَّىٰ يَفْقَهُمَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ سُورَةُ مُمُتُونِ وَآلِ مَرْيَمَ** اور جو  
 لوگ نکاح کرنے کا مقصد نہیں رکھتے۔ ان کو یہ بھیجے کہ ضبط کریں یہاں تک کہ ان  
 ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیے۔ اگر مستعد جائز ہوتا تو سب سے بہتر موقع  
 اس کے جواز کا اس مقام پر تھا۔ مگر جناب باری نے ایسے لوگوں کو جن کو ضرورت  
 نفس تو ہے۔ مگر نکاح کا مقصد نہیں صرف صبر کرنے کی تلقین کی ہے۔ سو  
 جائز ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ فریب لوگ اپنی خواہشات بشری  
 سے رکھیں یہاں تک کہ اللہ ان کو اس قدر قانع الہال کر دے کہ وہ  
 بھی دوسروں کی طرح حفظ نفس سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔ بے معنی ہو جاتا  
 ہے۔ خصوصاً جب ایک مٹھی بھر تو یا ایک لقرطعام ایسی قلیل قیمت چیز سے  
 تن مٹو کے ساتھ عیش اُڑاتے جاسکتے ہیں۔ تو ان لوگوں کو جو نکاح کے  
 اخراجات کے متحمل ہونے کی استعداد نہیں رکھتے خواہ مخواہ اس میں محصور  
 اور کثیر اشباب چیز کے استفادہ سے کیوں محروم کر گیا ہے؟

وایمانیہ تنظیم۔ ایک اور جگہ پر خدا کے عہد جل فرماتا ہے۔ **وَمَنْ لَّمْ يَسْتَعِمْ طَوْلًا**  
**يَنْكُحْ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَيَمْلِكْ أَيْمَانُهُمْ مِنْ فِتْيَا كَالْمُؤْمِنَاتِ**  
**ذَلِكُمْ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَالِدًا لَكُمْ**  
 (ترجمہ) اُن میں سے جن کو مسلمان آزاد مردوں کے نکاح کرنے کی توفیق نہیں ہے۔  
 وہ مسلمان لونڈیوں سے نکاح کر لیں مگر ان کے مالکوں کی اجازت سے۔ نیز یہ  
 قید نکاح میں لائی جائیں کہ تم سے ہانا ہی عورتوں یا خاتموں والا تعلق رکھتا ہے  
 یہ نکاح جبراً لونڈی کے اسی کے نسب سے جسے گناہ کی مشیت کا ثبوت ہو۔ اور  
 اگر صبر کرو۔ تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ **دلیل چہارم میں جو آیت نقل کی گئی**



ہے اس میں ہر کسی قسم فقہاء کہ اگر کسی مسلمان مرد کو آزاد مسلمان عورت کے ساتھ نکاح  
کے کی تفریق نہ ہو تو وہ اس وقت تک صبر کرے جب تک اللہ تعالیٰ اُسے نکاح  
نہی انتظامت عطا نہ کر دے۔ مگر اس آیت میں تقدس و عاریت کا پیلوہ نظر  
نہ کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان آزاد عورت سے نکاح نہ کرے تو  
ملک لندھی سے ہی نکاح کر لے۔ لیکن وہ بھی صرف اس حالت میں جبکہ  
بچے کہ اس کا کایہ صبر نہ ہو چکا ہے۔ اور اس سے زیادہ اگر وہ صبر سے  
ہے گا۔ تو یقیناً اس سے ازدواج گناہ صادر ہوگا۔ اگر متوجہ بھی نہ کیا جائے تو فعل برتا  
اس بعد صبر و ضبط کی تکفیل کیا معنی رکھتی ہے ؟

خصوصاً جب کہ عقد متوجہ کثیر سے نہیں زیادہ آسان ہے۔ چونکہ نکاح کثیر  
نہ کر رہی کہ کچھ تخفیف ہے۔ مگر بارہ فقہ سے سبکدوشی نہیں ہو سکتی۔ اور متوجہ  
نہی دو متوجہ جو اور کثرتوں پر نہیں یہ زمینوں کے لئے قصہ پاک ہو جاتا ہے۔ اگر  
یہ اضطراب کی حالت میں بھی کہ جس کا نقشہ ذالک من خشى العنت منکھ  
نہ گنیپا گیا ہے۔ پروردگار عالم نے متوکا حکم نہیں دیا۔ بلکہ لندھی کے ساتھ نکاح  
جائز قرار دینے کے بعد ہی ذات قصہ و اخیر لکھ کر حکم صادر فرمایا ہے۔  
کہ میں نہیں آنا کہ یہ شرعی نہ آخیرا کے پاک نے کس وقت اور کس شخص کے  
نے مخصوص کر رکھا ہے۔ رسول کریم کو اس سے بہرہ مند ہونے کی اجازت نہیں  
وہی غریب کو عین اس وقت بھی جب کہ نہیں تنہا جیسے توجہ گناہ کر دیتے کہ خوف  
حق برد اس سے ہم خراج قباب کا لذت آشنا نہیں ہونے دیا۔ تو پھر کیا فیاض  
بیریں دیکھوں اور نوابوں کی بہت پسند شہوت رانی کے سیر مہرے والے چسک  
تاکت کے لئے یہ خوان بوتلوئی مینا کیا ہے ؟

**تقاضی** یہ آیت فقط نکاح دائمی کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ نکاح اور متعہ دونوں

کرے کہ

رکھتا ہے

مسلمان اور

مسلمان

وہ کہ کچھ

کام سے

استعدہ ہو

سے اگر

تو متوجہ

الہی

کو حائر

کو کہ

تو سمجھ

لئے

حرمانی

وہ لاجی

امیروں

استیانت

منکوحہ عیقتیں و حرام ہیں، ہوائے ان کے جو تمہاری ملکوت ہو جائیں، کیونکہ مکمل حرام کے  
 سوا حفاظت الخرج من الفساد بہتر نہیں سکتی نہ اسقاج کے لغوی معنی میں یہاں  
 چیز کا گرانا ہانا یا پھینکنا جیسا کہ قرآن کریم کو اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ او دما  
 مسفوحاً و ترجمہ ایسا بنے والا خون۔ پس اسقاج بالکل زنا کے مترادف ہے۔  
 کیونکہ الزنا مسفوحاً لان لا عرش الزانی الا سفح النطفۃ و ترجمہ زنا اسقاج  
 ہی ہے۔ کیونکہ زانی کی غرض سوائے باقی نکالنے کے اور ہوتی ہی نہیں۔ علاوہ ازیں  
 کافی جلد کتاب اول کے طبع سادہ الفرق میں ادکاح و السقاج والزنا کے  
 عثمان کے تحت میں زنا کو اسقاج ہی کہا گیا ہے۔ کل زنا سفاح و لیس کل سفاح  
 زنا لان معنی الزنا فعل حرام من کل جفتہ لیس فیہ شی من وجہ  
 التحلل و اما معنی سفاح الذی هو من وجہ النکاح منوب  
 بالحرام یعنی نکاح حرام منسوب الی التحلل نظیر الذی یتزوج  
 فداۃ الحرام المتی ذکر اللہ فی کتابہ والذی یتزوج المحضۃ لقی لیا  
 زوج یعنی (ترجمہ) ہر ایک زنا اسقاج ہے۔ مگر ہر ایک اسقاج زنا نہیں ہے۔ نہ ناکہ  
 معنی وہ فعل حرام ہے جس میں کوئی وجہ حل کی نہ ہو اور ہر طرح سے حرام ہی حرام  
 ہر ایک اسقاج ایک قسم کا نکاح حرام ہے۔ اور مثال اس کی ایسی ہے جیسے کوئی  
 شخص ان محرمات سے نکاح کرے و غیر ہم یہ ضرور باغلی فرق ہے۔ علاوہ زنا اور  
 اسقاج میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ ایک طرح سے اسقاج زنا سے بھی بدتر ہے۔  
 کیونکہ اس میں محرمات اور یہ معنی ماں، من سے نکاح حرام بھی شامل ہے۔ ان معانی  
 کے لحاظ سے محضین مترادف ہے مترجمین کا۔ اور مسافین مترادف ہے  
 فارین کا۔ اور بعینہا نہیں معنوں میں یہ الفاظ شیعوں کی کتب احادیث میں استعمال  
 ہونے میں غالب دیکھنا یہ ہے۔ کہ مرد و زن کی حقارت میں کوفی صورت ایسی





اس کی موجودگی مثلاً فاما المحصن والمحصنة فعليه بالزوجين (ترجمہ نفع اور  
زوجہ کے لئے حد جرم ہے۔ اگر نذرت متوجہ کو شرعی طور پر محصنہ کہا جاسکتا ہے۔ تو  
اس حدیث کے مطابق اس پر بھی حد جرم لازم آتی چاہیے۔ حالانکہ بموجب حدیث  
”قلت والمرأة المتدة قال فقال لا تدبرہ میں نے پوچھا کیا متوجہ محصنہ ہے۔ تو امام  
نے فرمایا کہ نہیں (ایسی عورت حد جرم سے خارج ہے) اور اسی طرح مرد متوجہ کو نیز  
بھی موافق حدیث فان قلت فان كانت عندہ امراة متدة المحصنة قال لا  
(ترجمہ) میں نے پوچھا اگر مرد کے پاس زنان متوجہ ہو تو وہ محصنہ ہے۔ تو امام نے کہا  
کہ نہیں (بلکہ جرم سے خارج ہے)۔ ہر کتاب حدیث کے باب الحدود میں نکاح کرنے  
والے کو جیل المحصن اور نکاح کرنے والی کو سواۃ المحصنة کہا گیا ہے۔  
اس قدمین سند کے ہوتے ہوئے بھی اگر فریق مخالف ”احسان“ کو عقد متوجہ  
پر مستعمل کرے۔ تو

### بیم عقل و دانش بیاید گریست

”احسان“ کا اطلاق بھی سکتا ہے۔ حاکمی اور مستقل چیز پر بیسا کہ امام جعفر صادق  
کی زبان کافی جلد دوم جلد اول کے صفحہ پر یہ روایت درج ہے۔ انما فالان  
عقل شئی و اتم ترجمہ احسان کا حقیقی تحقیق دائمی چیز پر ہو سکتا ہے۔ اور یہ جو  
کہا گیا کہ اسفاج کا اطلاق متوجہ پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ متوجہ فعل شرعی ہے۔ عجب  
احمقانہ فقرہ ہے۔ امر متنازعہ قوی ہے کہ متوجہ فعل شرعی ہے۔ یا نہیں اور امر متنازعہ  
کو ہر مسلمہ مان لینا کہاں کی منطق ہے۔ گو عبارت محول بالا سے یہ قطعی طور پر ثابت  
کیا گیا ہے کہ ”احسان“ کے معنی تزویج یا تخصیص کے ہیں لیکن صاحب حرمت  
میدریہ جلد اول کے صفحہ ۵۵ میں لکھتے ہیں۔ ”احسان بنا بر تصریح مفسران بمعنی  
عطا است نہ بمعنی تخصیص“ اگرچہ معنی تخصیص کی نفی محض جمل یا معنی برتجلیل

ہے۔ مگر آپ کے مسئلہ معنی کی مد سے بھی بظہان متعوض ہے۔ کیونکہ جب جماع انسان کے ساتھ مثل بھوک اور پیاس کے لگی ہوئی ہے۔ تو ہمیشہ کے لئے وہ مثل تحصیل اکل و شرب تحصیل عفت کا بھی مکلف ہے۔ اور عفت دائمی بلا عقد و انکاح کے مقصور نہیں۔ کیونکہ عقد موقت کی صورت میں تعفف بھی موقت ہی ہو گا۔

تکلیف تعفف کو کسی وقت معین کے ساتھ مفید و مخصوص کرنا یہاں است عقل باطل ہے۔ کتب لغت ہدایہ اور صراح میں احسان کے معنی چار قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ اسلام - حریت - عفت اور تزویج۔ لیکن ان چاروں معانی کے اندر مانعت کا مفہوم مضمر ہے۔ کیونکہ اسلام مانع عبودیت خیرات ہے اور حریت مانع حکومت غیر ہے۔ اور عفت مانع فساد الفروج ہے۔ اور تزویج مانع جماعت ہمراہ غیر شوہر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ان معانی مختلفہ میں کون سے معنی آیہ تحلیل نکاح کے مناسب ہیں۔ احسان کے معنی اسلام کے اس جگہ مناسب نہیں ہیں۔ کیونکہ اول تعاس آیت میں مخاطب ہی مسلمان ہیں۔ اور دوسرے اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ حلال کی گئی ہیں تمہارا سے ہے۔ اور تیسرے اس حال میں کہ تم اسلام لائے ہو اور یہ سب معنی محض ہے۔ حریت بھی مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ آیت غلاموں کے لئے بھی نکاح کی اجازت دیتی ہے۔ اب لا محالہ اس سے مراد یہ تعفف ہوگی یا تزویج۔ بعد از اول یہ خیالی ہے کہ حال و ذوالحال کا زمانہ واحد ہونا چاہیئے۔ اور عفت بعد نکاح حاصل ہونا ہے۔ نہ نکاح اور عفت اس کے غیر مسالین کا حاصل بھی تو یہی تعفف ہے۔ پس یہ تکرار لغو محض ہے۔ پس جب یہ تینوں معانی نکاح از بحدت ہو گئے۔ تو لا محالہ جو تھے معنی ہی شرخامرا ہیں۔ لہذا آیت کریمہ کے معنی یہ ہو گئے۔ کہ تمہارے لئے عورتیں حلال کی گئی ہیں یا میں شرط کہ تم ان کو نہ وجہ

بنانے والے اور اپنے لئے مختص کرنے والے ہونہ صرف اپنی مستحق  
 نکالنے والے اور اپنی وقتی حاجت پوری کرنے والے اس معنی کی  
 تکیہ لفظ احسان سے بھی ہوتی ہے۔ جو مذکورۃ الصدقات کریمہ کے بعد والی  
 ہو واقع ہے جس میں احسان کے معنی سوائے ترویج کے اور کچھ ہو نہیں سکتے  
 پس یہ لفظ آیہ سابقہ کا مفسر و موقع ہے۔ نیز آیہ کریمہ **اعلٰی از واجہہ** علت  
 وطنی از حاج کے ساتھ مخصوص کرنا مفید معنی ترویج ہے۔ بلکہ تحلیل نسا کو منحصر  
 فی الترویج کرتا ہے۔

ایک اور طریقہ سے بھی احسان معنی ترویج ہی ثابت ہوتے ہیں۔ آیہ  
**فانکوہن باذن اہلہن** محضت غیر مسافحت میں نکاح مملوکہ کو با حفظ  
 احسان تصور کیا گیا ہے۔ اور اسی پر آیت **فعلین نصف ما علی المحصنات**  
**من العذاب** میں احکام متعدد کو مترفع کیا گیا ہے۔ اور یہ احکام بجز نکاح مہر کے  
 اور کسی پر بالاتفاق ثابت نہیں آتے۔ پس علت وطنی حاکم کو یہ کریمہ و اصل لکھ  
 اسی نکاح پر عمل کرنا ضروری ہے۔

**اعتراض نمبر ۲۔** اگر متعہ مختص اس لئے ناجائز تصور کیا جاتا ہے۔ مگر اس سے  
 مقصود متعہ دفع حاجت شہوانی ہے۔ نہ کہ اعتدال و تنظیم امور خاندانی و نوجو  
 لوگ۔ نکاح دائمی بھی اسی غرض سے کرتے ہیں۔ ان کے نکاح اور متعہ میں کیا  
 فرق ہے۔ اگر نہ جانتے ہیں۔ تو متوجہ بھی جائز ہونا چاہیے۔ تنبیہ الشکرین و جہان النور  
**جواب۔** نکاح چونکہ ایک شرعی فعل ہو جب حکم اللہ تعالیٰ کے ہے۔ اس لئے  
 اگر متعہ نوج کے تمام مراسم ظاہر و باطن کو سمجھ جائیں۔ تو نکاح خواہ کسی قیمت سے  
 کیا جائے شرعاً جائز ہوگا۔ لیکن اگر فریقین نکاح کوئی ایسی قیمت دل میں مخفی رکھیں  
 جو شرعی مقاصد نکاح کے مخالف ہو تو وہ عند اللہ گنہگار ہوں گے۔ لیکن ان کا



یہ گندہ کسی صورت میں بھی نکاح کو باطل یا فاسد نہیں کر سکتا۔ مگر کوئی شخص ایک ایسی چیز کو جو تہنہ جانتا ہے۔ ناجائزیت سے استعمال کرے۔ تو یہ ناجائزیت نیست اس جائز چیز کو ناجائز نہیں بنا سکتی۔ لیکن اس کے برعکس اگر کوئی چیز تہنہ ناجائز ہے۔ تو خواہ اس پر اس کی ہم جنس جائز چیز کے کل مرسوم ظاہر یا استعمال کئے جائیں۔ مگر وہ ناجائز چیز جائز نہیں ہو سکتی۔ مثلاً خنزیر کو اگر کسی پر ہر گز حلال کیا جائے۔ تو خنزیر حرام ہی رہے گا۔ شرع چونکہ ظاہر ہے۔ اس لئے اگر ظاہری لا اذنیات شرعی کسی حلال چیز کے پورے کر دیئے جائیں۔ تو وہ چیز جائز ہے۔ باقی۔ با سوال نیست کا سو اس کا تعلق خدا سے ہے۔

علاوہ اختلاف متذکرۃ السدر کے عارضی نیست کے مباح اور متعین ایک اور بین فرق ہے۔ یعنی اگر نکاح کے بعد جماعت کئے گئے جن عورت حاملہ ہو جائے تو کوئٹہ اسے فوراً کو طلاق دیدے۔ چرچیں اس پر بھی اپنے باپ کا جائداد کا شرعی وارث ہوگا۔ اور اگر ان مطلقہ وضع حمل تک نہ ان کو لفظی حق دار ہوگی۔ اور نیز اگر نکاح کے بعد فریقین نکاح میں سے ایک فریق فوت ہو جائے تو دوسرا فریق اس کی جائداد کا وارث ہوگا۔ اور یہ دونوں باتیں عقد متعین میں نہیں ہیں۔ یعنی تو دلہ انتہی اپنے زانی باپ کی جائداد کا وارث ہو سکتا ہے۔ اور یہی فریقین متعین ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں۔ لیکن بینہما وارث نہ کافر بلکہ ایک ایک ایسے ظاہر ہے کہ نکاح کے مرسوم خبر یہ امر مطابق احکام شرعی

لے میوہ می نکاح کی مختفی نیست باوجود تحقق ارکان و شرائط عقد فاسد النکاح نہیں ہو سکتی چنانچہ باقر مجلسی سال فقہ کی کتاب النکاح میں لکھتے ہیں: "اگر عورت نشو و متعین نکاح دائم سے گروہ برنقل شیخ ابو جعفر عیسیٰ شیخ الحدیث"۔



عقد نکاح میں عاضری گواہاں دولی قبل از استتار بعد ابتعا بمال لادری ہے۔  
 اس لئے یہ آئندہ ہر عقد نکاح کے متعلق نہیں بلکہ عقد متہ ہی کے متعلق ہے۔  
 تو لادری طور پر یہ سوال پیدا ہو گا کہ بعد مختاریت اگر کوئی مرد اپنی حوریت کو طلاق  
 تو اسے کس قدر صہراؤ کا سچا ہے۔ خصوصاً جب کہ رقم مہر کو وقت نکاح میں  
 ہو چکی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قبل از مختاریت طلاق دینے کی صورت میں  
 تہ نصف مافر ضمت کا حکم دیا ہوا ہے۔ چونکہ ردائض تمہان کریم کو محدود عہد فی  
 کچھ کریم ہی چڑھا کئے ہیں۔ اس لئے میں انیس یقین دلاتا ہوں کہ تمام کلام اللہ میں  
 سولے آیت فداست عقد الزم کے اور کوئی آیت ان کو ایسی ملے گی جو بعد مختاریت  
 طلاق دینے کی صورت میں پورے مقرر کردہ مہر کی ادائیگی کا مکمل صریحاً خاف حسن  
 اجورہن غویضہ کی صورت میں صادر فرماوے۔ ردائض اس آیت کو متہ  
 پر محمول کر کے حلت متعہ ثابت کرنے سے تو رہے البتہ قرآن کے احکام  
 نسبت ادائیگی مہر کو ناقص و نامکمل ضرور ثابت کر دیں گے۔

## باب سوم

(دُقال الرسول)

علم القرآن یقینی علم ہے۔ جس کے متعلق خداوند تعالیٰ کی ارشاد ہے۔  
 فَاِنَّكَ لَا تَرٰیہٗ فِیْہِ کہ یہ کتاب شک و شبہ سے پاک، دُشروہ  
 مگر اس کے برعکس علم الحدیث و علم الانہار ظنی علم ہے کیونکہ شیعہ و سنی کا یہ متفق  
 علیہ اصول کلام ہے کہ الخیر یحتل الصدق و الذکذب یعنی خبریں صدق  
 و کذب کا احتمال ہے۔ اس امر سے کما فریق کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ ضرور



کائنات کی حیاتِ جمادی میں بھی اہل ان کی حیاتِ ابدی میں جلوۂ فتن ہوئے  
 کے بعد بھی ایک طویل عرصہ تک احادیثِ انسانی حافظہ کے دھم پر مستحکم رہتی ہیں  
 اور ایک پیشرفت سے دوسری پشت میں بذریعہ آراء و فطرت منتقل ہوتی ہیں مگر چونکہ  
 بعض ائمہ کرام و علماء نے ان کو ایک حد تک ضبط کر لیا تاہم ان کی باضابطہ  
 تدوین نہیں ہو سکی جمادی میں جا کر ہوتی اصلاً اس عرصہ میں دینی امور دینی عہدائے سیاسی  
 مخالفت اور مناقشوں کے بخلافان بنے تیسری کے باوجود صحیح احادیث کے علاوہ  
 اپنے شمار و ضعیف احادیث بھی شامل کر لی گئیں۔ جس کی وجہ سے صدق و کذب میں  
 تمیز کا حفظ کرنا سخت مشکل امر ہے۔ لیکن باوجود اس اشتباہ کے چونکہ فریقین  
 اپنے مضامین اور مناقشوں میں ان روایات و احادیث کو بھی قاضی النزاع مقرر  
 کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کی طرف رجوع کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ یہاں پر  
 ہم اول خیمہ مدس کی مشہور کتاب احادیث سے حرمت متعہ ثابت کریں گے۔ اور  
 اس کے بعد سنیلوں کی ان احادیث پر تنقید کریں گے۔ جو شیعوں کی طرف سے  
 طاعت متعہ میں پیش کی جاتی ہیں۔

## فصل اول

### روایاتِ شیعہ

ناظرین کی سمجھت کی خاطر ہم روایاتِ شیعہ کو دو حصوں پر تقسیم کرنے میں  
 حصہ اول میں ان روایات کا ذکر کیا جائے گا جو صریحاً و سبب متعہ کا حکم دیتی  
 ہیں۔ اور حصہ دوم میں وہ روایات بیان کی جائیں گی جن سے حرمت متعہ  
 استدلالاً اٹھائی جاسکتی ہے۔

## حصہ اول روایات حرمت صریحہ

روایات اقل شیعوں کی سب سے معتبر کتب احادیث علامہ ابو جعفر طوسی کی تہذیب و استقبصار میں چنانچنان ہر دو کتب کے باب تفصیل النکاح و باب تحلیل النکاح علی الترتیب میں یہ روایت حضرت علیؑ کے منقول ہے۔ قال یوم رسول اللہ بحرم الحصار الاطلیق و نکاح المتفسد و زمرہ کا حضرت علیؑ نے رسول اللہ کو شت گھر بلو گدھے کا۔ اور نکاح متہ کا۔ یہ حدیث کتب سے اہل قسطنطنیہ بھی مرقوم ہے۔ اور چونکہ یہ بہترین اسناد سے مروی ہے۔ اس لئے کل محدثین نے بالاتفاق اس پر مصر کر کے متہ کو حرم قرار دیا ہے۔ جب یہ حدیث مخاصمین کی بہترین کتب میں سلسلہ درجناب امیرؑ پر پہنچی ہوتی ہے۔ تو اس سے بہتر مسکت البیہ مستند اور کیا ہو سکتی ہے۔ فریقین ایک دوسرے کی روایات کو غیر معتبر اور راویوں کو غیر متدین سمجھتے ہیں اس لئے آج تک وہ ایک سطح پر کھڑے نہیں ہو سکے۔ لیکن جب یہ روایت برقریق کی اپنی اپنی معتبر کتب میں نہایت تعدد راویوں کی سند سے مندرج ہے۔ تو یہ کس قدر شیعوں کی حرمت و حرمتی ہے۔ کہ وہ اسے بلاوجہ نظر انداز کر رہے ہیں۔

روایات دوم۔ کافی بھی شیعوں کی صحاح اربعہ میں سے ہے۔ اور یہ وہ کتاب ہے جس پر امام منتظرؑ نے غار میں حکایت فرمائی کہ کافی شیعہ کی ہر تصدیق ثبت فرمائی تھی چنانچہ اس کتاب کی جلد ۱۹۴ میں یہ روایت مسج ہے۔ عن الفضل قال سمعت ابا عبد اللہ یقول فی البیہ و عوھا الا یستحی احدکم ان یرى فی الموضع العورۃ فیحل ذلک علی

صالحی اخوانہ و اصحابہ (ترجمہ) مفصل نے کہا ہے کہ میں نے  
امام جعفر رحمہ سے سنا کہ متو کے بارے میں فرماتے تھے کہ اس کو بالکل  
چھوڑ دو۔ کیا تمہیں حیا نہیں آتی کہ یگانہ وحدت کی فرج و رکھ کر اپنے بھائیوں اور  
دوستوں کے آگے اس کا حال بیان کرو۔ اس دعا میں یہ صورت متو کو ہی حرام  
کیا گیا ہے۔ بلکہ اس بے حیائی کا نہایت ہی مختصر مگر معنی خیز الفاظ میں مرقع کھینچا  
گیا ہے جو متو کا لازمی نتیجہ ہے۔

روایت معلوم۔ فقہ شیعہ کے بانی مہدی جناب علامہ علی ابنی شہرہ آفاق کتاب  
فقاہرۃ النساء کے باب النکاح میں یہ دعا بت دی فرماتے ہیں۔ اعلمہ یا اخی الخ  
سئلہ الامام عن المتعة فقلت جعلت و دحی ذلک ردی جدد  
میر المؤمنین ان النبوی حلال المتعة یوم فتح مکہ و حرمہ یوم نبو و نبی  
علیہا السلام غصود الرحمن (ترجمہ) ردای کتاب ہے) اسے برادر پوچھائیں نے امام  
رمادی سے کہ اسے حضرت روح میری آپ پر قربان یہ فرمائیے کہ متو کی نسبت آپ  
کیا کیا حکم ہے کہ روایت کیا ہے آپ کے دادا جناب امیر مہدی نے کہ حضرت رسالت  
پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فتح مکہ کے روز اور حرام کیا تھا خیبر کے روز اور اس سے منع کیا تھا  
امیر نے فرمایا تھی فرمایا تھا جناب امیر مہدی نے خدا کی قسم متو حرام ہے۔ البتہ اجازت  
دی گئی تھی قبل میں میرا امام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت صلعم نے متو حلال نہیں فرمایا تھا۔  
مگر جو انماں عرب کے واسطے کہ جو مسافرت میں آپ کے ساتھ تھے اور حکایت  
اپنی تکلیف کی کرتے تھے۔ پس آپ نے اجازت متو کی نہیں دی مگر ایسے لوگوں  
کے واسطے تاکہ حرام سے بچیں۔ لیکن جس شخص نے متو کیا اس حالت میں کہ قہار  
ہے نکاح پر یا فیصد نے لوڈی پر یا اپنے مکان پر موجود ہے۔ یا کسی شہر میں مقیم ہے  
پس بے شک اس نے مباح کیا اپنے نفس پر اس چیز کو جس کو حرام کیا خدا تعالیٰ



نے اس کے واسطے اور فرمایا خدا عزوجل نے جس شخص نے تجاویز کیا۔ الشک منہوں سے داخل ہوگا وہ ظالمین میں۔ اسے بیٹے میرے نہیں تھا ہوا منہ کا منہ کتہا نظر اور ضرورت کے جیسے کہ چاہئے وقت ضرورت کے گوشت خنزیر کا اور مرد اور خون۔ لیکن ضرورت سے نہ گذرے تو اللہ معاف کرے والا ہے۔

**اہل بصیرت** ذرا آنکھ کھول کر اس روایت کو پڑھیں اور پھر خدا لگتی کہیں کہ اس روایت سے صحیح ترین و مقبول ترین روایت کبھی ان کی آنکھوں نے دیکھی یا ان کے کانوں نے سنی ہے۔ روایت کیلئے حقیقت کا بخور آنکھ سے دیکھو یا کان سے سنو۔ ایک ایک لفظ دل میں اترتا جاتا ہے۔ اور کسی چیز کی صداقت کی اس سے واضح تر دلیل نہیں ہو سکتی نہ صرف یہ روایت انکشاف حقیقت ہی کرتی ہے۔ بلکہ متعلقات و اتفاقی و فلسفیانہ تاریخ کے دریا کو کوڑے میں بند کرتی ہے۔

**روایت چہارم**۔ تحفۃ المؤمنین اور کتاب المحاسن العرفی میں شیعوں کی معتبر کتب میں شمار کی جاتی ہیں۔ ان کے باب المتعجب میں بھی جناب امیر سے روایت نقل کی گئی ہے۔ قال ابن عباس انک رجل ناثہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلم عن المتعة و ترجمہ جناب امیر نے ابن عباس کو کہا کہ تحقیق تو مرد عیاش ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا ہے۔ تو سے یہ بیحد یہی روایت کہ معتبر کتب احادیث اہل تسنن میں درج ہے۔ پس جب یہ حدیث متفق علیہ فریقین ہے۔ تو اس کی صحت سے انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ جناب امیر تو منہ کو عیش مانی کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ مگر حضرت شیعوں نے جو رسول کی بات پر ناک منہ پڑھا ہے میں اور ابن عیاش۔ ابن مسکان اور ہشام شیطانی سب ایسے وضاعین و کذابین کے نقلی قدم پر چل کر دعوے سے متبع اہل بیت کرتے ہیں۔ غ۔ یہ ہیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

## حصہ دوم۔ روایات حرمت استدلالیہ

روایت اول۔ خاتم المؤمنین صاحب مجالس المؤمنین مجلس دوم میں لکھتے ہیں: اگر متعدد و ابودے امام برحق دامام حسن (چرا التفات نکاح و طلاق فرمودے حضرت امام حسن کہ باعتراف صاحب مجالس المؤمنین بیشتر نکاح کرتے اور طلاق دیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت امیر نے لوگوں سے پذیرایہ اعلان عام فرمایا تھا یا اهل الکوفۃ لا تزوج المحسن فانه مطلق الذی (تمہید) اسے کوفہ کے لوگ حسن سے اپنی لڑکیوں کے نکاح مت کرو کیونکہ وہ طلاق دیتے کا عادی ہو گیا ہے۔ کبھی متو سے کنارہ کشی نہ کرتے کہ یہ نہایت ہی سہل کام تھا۔ ہم فرما دو ہم تو اب یہی نہیں کہ امام حسن ہی نے تمام عمر کبھی متو نہیں کیا۔ بلکہ کل آئمہ کرام نے جی باوجود (بقول شیخ) فرمودہ ختم الرسل کے "فمن خرج من الدنیا ولم یتقمت جامعہ یوم القیمۃ وہو احد ۶" (تمہید) کہ جس نے دنیا سے بغیر متو کئے کوچ کیا وہ قیامت کے دن وضع مثل تک کٹ کے ہو گا۔ (منہج الصادقین ص ۱۱۱) مطابق اس روایت کے (تو یہ نعوذ باللہ) ٹکٹ ہونا پسند کیا فرمتو سے اپنے دامن عصمت کو آلودہ جمعیان نہ کیا۔ کاش شیخ صاحبان آئمہ کرام کی عملی زندگی کی متابعت کریں۔ اور خواہ مخواہ ان وضعی روایات کی کو رائے تقلید نہ کریں۔ جو منافقین اسلام نے بغرض فتنہ و فساد مسوئین کے نام پر ہر سو کوک کہہ کر مروج کی ہیں۔ جب سے ہندوستان میں مذہب اسلام نے قدم رکھا ہے۔ کسی ایک شیخ نے بھی متو نہیں کیا۔ کیا لاکھوں کروڑوں شیخ مسلمان جو اس وقت تک ہندوستان میں مر چکے ہیں۔ یا انہیں حالات کے ماتحت آئندہ بغیر متو کئے میں گئے۔ وہ سب میدان حشر میں نکشے ہی اٹھیں گے۔ ان گن گنا نے

انہوں کی افواج کا منظر دیکھنے کے قابل ہو گا۔ خدا ہر مسلمان کو اس ہنسائے دل کے  
فارغ سے لذت اندوز ہونے کا موقع دے گا۔ آمین

**اولیت دوم۔** امام شافعی کی اسی تصدیق شدہ کتاب کافی کی جلد ۲ صفحہ ۱۹۴

پر یہ روایت درج ہے "عن محمد بن الحسن قال كتب ابو الحسن الى بعض  
الواليه لا تلحقوا على المتعة لما عليكم من السنة فلا تشغلوا بها  
عن فرشتكم وحوادثكم فيكونوا يفترون ويدعون على الامام بنكركم  
يلعنون" (موجبہ) حضرت ابو الحسن نے اپنے بعض اصحاب

کو لکھا کہ متعہ پر اصرار مت کرو۔ صرف سنت بجالاؤ۔ اس میں مصروف

ست ہو جاؤ۔ تاکہ ایسا نہ ہو تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کینزوں سے ہٹ جاؤ۔

رودہ معطل رہیں۔ اور پاکباز رہ کر ہماری دامن گیر ہوں اور میں اس وجہ

سے کہ ہم نے حکم متعہ دیا ہے لعنت کریں۔ اس بنیاد میں گو مخالفت کلی نہیں

ہے۔ مگر متعہ کے اصرار سے ضرور مخالفت کی ہے۔ اور اس کے پر نتائج سے آگاہ کیا

ہے۔ کہ متعہ کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ تم متعہ عورتوں کے خیال میں لگ کر اپنی پاکباز عقل

بہا نکل چھوڑ دو گے۔ اور وہ اس کے بدلے تمہارے بندگوں کو گالیاں دیں گی۔

انہوں نے متعہ کا رواج قال کر ہم پر یہ آفت برپا کی۔ کیا اس سے نتیجہ نہیں نکلا

کہ رواج متعہ معاشرتی تمدن کو جو ہم پر ہم اور انسانی ملک و مچھیں شہوت کی تحریک

مستحکم کرنے والا ہے جس کی وجہ سے زنا کاری اور فسق و فجور کے رائج ہو جائیگا

صرف احتمال بلکہ یقین کامل ہے۔ جب ایک دفعہ کثیر لذت قلیل الرحمت

مول رواج ہو گیا۔ تو دلیل عقلیہ کے مناظر تباہی صفحہ ۱۸۱ پر نقش ہو جائیں گے

**اولیت سوم۔** یہ روایت بھی اپنے ماضی کی طرح کافی جلد ۲ کے صفحہ ۱۹۴ پر  
موج ہے۔ "جاء عن عبد الله بن عمر الليثي فقال له - ان تقول في

موجود

مواہب

عن

وہ

کو

مت

اور وہ

سے

ہے

کو

کہ

کہ

کہ

کہ

کہ

کہ

کہ

کہ

کہ

کہ



منوعۃ النساء فقال احلها الله وكتابه... بنات عمتہ (ترجمہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے امام باقر ع سے منوعہ کا مسئلہ دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ خدا نے اسے اپنی کتاب میں اور اپنے پیغمبر رسول کی زبان سے حلال کیا ہے۔۔۔ ابن عمر نے کہا کیا یہ آپ کو پسند ہے۔ کہ آپ کی عورتیں اور لڑکیاں یہ فعل کریں۔ امام باقر ع نے یہ بات سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ آخر معصومین کی تصویر کا سیاہ رخ تو شیعہ صاحبان نے مذکورہ بالا الفاظ میں دکھلا کر شب اہل بیت کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ ہمیں معاندین اہل بیت سے شکر کیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارا ایمان یہ نہیں کہ ماہستایان راہ کفر لقیقت آنچہ بر خود نہ پند ہی برد گیراں ہم پسند کی خلاف ورزی کر کے جو چیز وہ مردوں کے لئے حرام نہ تھیں۔ اور اس کی تلفیق کریں۔ خود اس پر حامل نہ ہوں اگر امام ع حلیت منوعہ کے اس قدر قائل تھے۔ کہ اس کو منعت رسول اور قیامت تک جائز سمجھتے تھے۔ تو پھر اپنی عورتوں کا سعال آجانے سے کیوں کبیدہ خاطر ہوئے۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ جو فعل مردوں کے لئے باعث نجات آخری اور افتخار دنیوی ہو۔ وہ عورتوں کے لئے موجب رسوائی و شرمساری ہو۔ پس نتیجہ اہل یہ ہے۔ کہ یہ حدیث وضعی ہے۔ اور خواہ مخواہ آخر معصومین کے لئے منوعہ بھی گئی ہے۔ کیونکہ ان کی ذات باریکات ایسی ہے اصول باتوں سے مبرا و منزہ ہے۔ آخر معصومین کی تصویر کا مسخ یا نسخ یہ ہے جو ہم نے دکھلایا ہے۔ اب ناظرین با تمکین فیصلہ کریں۔ کہ محبت کس نقطہ نظر میں مضرب ہے۔

**حدیث چہارم۔** منوعۃ ابیکم، لیکر احلیہا (ترجمہ) باقر ع سے منوعہ اس کے خاندان کے لئے بوجہ عیب کے موجب ہتک کا ہے۔ یہ روایت بھی کافی جلد ۲ ص ۱۹۴ پر صرح ہے۔ اور نیز من کا یحضرہ الفقہ کہ شیعہوں کے سلطان الحمد شین ابن بابویہ القلی المعروف بہ شیخ صدوق کی مشہور عالم کتاب ہے

اور جو صحاح اربعہ کے نظام شمسی کا آفتاب ہے۔ اس کے باب التوحید میں یہ صریح  
 بعینہ مرقوم ہے۔ کم و بیش اس مضمون کی ایک اور روایت امام باقرؑ سے کافی جلد  
 ۱۹۷ پر مشمول ہے۔ کلاباس ان تسع بابیں مرقومہ یقین علیہا عانہ  
 کو اھ۔ العیب علی اھلیا (تجربہ) باقرہ حدیث سے اور قائمۃ اھلانو۔ مگر اس  
 سے مجامعت نہ کرو کہ اس سے تنگ اس کے خاندان کی ہے۔ ان روایات  
 سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ متو دراصل فعل ہے۔ اور اگر بنا نہ ہوتا تو باقرہ کے  
 ساتھ متو کرنا کیوں معیوب ہوتا۔ اور اس سے اس کے خاندان کو وجہ کیوں گشتا۔  
 حالانکہ باقرہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اس طرح تعریف کی گئی ہے۔ نزد جو الایکاد  
 ذلن هن اطلب شی افو ہا۔ کانی جلد ۱۲ ص ۱۲۱ رسالۃ تنبیہ الشکریں کے صفحہ ۱۱۰ پر  
 لکھا ہے۔ کہ باقرہ سے متو کرنا مکروہ ہے و کیا پاکرہ سے متو اس لئے مکروہ قرار  
 دیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنی عظمت کو ایک متخی بھرتو یا ایک بوسیدہ چادر کے حوض  
 فروخت کرنے کو تیار نہیں ہوتی۔ اور اس خدہ و گونہ کہ مجامعت کا چمک تک چکا  
 ہوتا ہے۔ اس لئے وہ تو دایں سب کی طرح ایک تقدیر پر مبنی قناعت کر سکتی ہے۔  
 عظمت متو کی روایات کے و منافین کو چونکہ اپنے مقلدین میں سبب العل عام زناہ  
 کی اشاعت مقصود تھی۔ اس لئے انہوں نے غیر سبب الحصول تو دقوں کو مکروہ قرار  
 دے دیا تاکہ ان کے احکام سے متامنی سائنہ دل کے محضے پست نہ ہو جائیں  
 و گرنہ پاکرہ اور ہفتہ میں اس قسم کی تمسخر خیر قریز لا یعنی ہے۔

## فصل ثانی

روایات سنن پیش کردہ روافض اور ان پر بحث

پیشتر اس کے کہ روایات سنن پر بحث کریں یہ امر اشد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ متذکرہ کی مختصر تاریخ بیان کر دی جائے۔ جہاں تک اہل سنت کی کتب سیر و حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ متذکرہ رسول کریمؐ کی بعثت سے قبل سرزمین عرب میں مروج عقائد چنانچہ حضور علیہ السلام نے اسے ابتدائے اسلام میں حرام فرمایا۔ اور پھر فتح مکہ میں تمین ہونے کے لئے محض بضرورت جنگ اس کی اجازت دے کر قیامت تک اسے حرام قرار دے دیا۔ اپنی ذرغہ خاری سے روایت ہے۔ انما احداث لا صحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متفقہ النساء ايام ثم نهي عنهما رسول الله صلعم (ترجمہ) رسول کریمؐ نے اپنے اصحاب کے لئے تین روزہ متوہل کیا تھا۔ پھر اس سے منع فرما دیا۔ اس قسم کی سنن و حدیث صحاح ستہ میں مروی ہیں جن کی بنا پر اہل سنت کے چاروں ائمہ کرام یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ امام احمد حنبل رحمہ اللہ و امام مالک رحمہ اللہ نے متذکرہ کو حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کی کتب معتبرہ میں بے شمار سند است موجود ہیں۔ البتہ امام مالک کے متعلق صاحب ہدایہ کی غلطی کے باعث ہدایہ میں یہ فقرہ متذکرہ امام مالک جائز کے متعلق صاحب ہدایہ کی غلطی کے باعث ہدایہ میں یہ فقرہ متذکرہ امام مالک جائز

۱۔ اس بزرگ رسالہ کے چکے کے بعد مجھے کافی کی کتاب الروضہ مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا تو ص ۱۱ پر عبارت میری نظر سے گذری "وقال ابو عبد الله الوافقيه قال قلت لعمر قال لا والله ما حدت سموا بل الله ما كلفه الله فاضى الشك انما هو ما سمى من الله في آية حمد كذا ہے۔ کہ شیعوں کو خدا فی نام سے پکارا کروں گا۔"



ست درج ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔ چنانچہ ہدایہ کی شریعت میں  
 درج حاشیہ پر ہی اس غلطی کی کافی تشریح کر دی گئی ہے۔ خود مالک نے موطا میں حضرت  
 علیؓ کی خبر والی روایت کی بناء پر یہ کہ وہ کہتا ہے۔ فرق مالک کی دیگر کتب قدیم جی سے  
 امام ہی لکھا ہے۔ شرح مختصر میں قیل مالک کہتے ہیں۔ لا خلاف عندنا ان العقد  
 کما یستحق مطلقاً اور سالار بن ابی زید مالک میں لا يجوز نکاح المتعہ اجمعاً  
 منجی الدافید فی تعدد الماکلیہ میں بھی لا يجوز نکاح المتعہ وهو النکاح الی اجل  
 موقوف ہے۔ علاوہ ازیں امام مالک متعہ پر حد تحریر کرتے ہیں۔ علاوہ ان ائمہ وفتیہ  
 کے ایک چھوٹا سا بیرونی سند اس بات میں ایسی معتبر نہیں۔ جو سے کسی شیعہ کو بھی  
 اکل نہیں ہو سکتا۔ اور وہ میرے علاوہ علیؓ کو شیعہ غالب میں کشف الحق میں فرماتے  
 ہیں۔ "فحدث الامام علیؓ بالیاحوت کما ح المتعہ وخالف فیہا الفقہاء الذریعۃ  
 اور اسی طرح اتفاق الحق مصنف ایضاً میں مذکور ہے کہ چاروں ائمہ کے نزدیک متعہ  
 ہے۔ اس شہادت کے ہوتے ہوئے کوئی شخص اس امر سے انکار نہیں کر سکتا۔  
 کہ صاحب ہدایہ نے محض غلطی سے یہ لکھ دیا ہے۔ مگر نہ اس کی کوئی بنیاد ہے نہ  
 ہے۔ اس مختصر تمیہ کے بعد ہم ان روایات کو سلسلہ وار درج کرتے ہیں جو شیعیان  
 کی طرف سے علت متعہ کے ثبوت میں کتب سینہ سے پیش کی جاتی ہیں۔ اور  
 ساتھ ہی ہم ان کی تردید بھی کرتے جائیں گے۔

۱۔ سب سے اول ابن مسعودؓ یہ روایت بخاری و مسند سے ثبوت شیعہ سے  
 پیش کی جاتی ہے۔ کنا فذوم رسول اللہؐ ولیس معنا فسادنا قلنا اکی  
 المستخصی فیہا ناعن خالک وخص لہ فی تزویج المرأة یا موبانہا من قوا  
 عبد اللہؐ یا علیؓ الذین آمنوا لا تمروا حیث ما احل اللہ لکم و ترجمہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ  
 رسول کریمؐ کے ہمراہ غزائیں تھیں۔ اور ہماری عورتیں ساتھ نہیں تھیں۔ ہم نے عرض کیا

حرام  
 نکاح  
 اور منہج  
 موجود

کیا ہم اپنے آپ کو خفی کر لیں، آپ نے منع فرمایا اور پھر اجازت دی کہ خود قفل سے نکاح موقت بالعدس کپڑے کے کر لیں۔ پھر یہ پڑھا کہ اسے ایمان والوں میں کر والی پاک میزوں کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں ہیں۔

**جواب۔** ایمانداروں نے یہ روایت تو لکھی مگر دوسری روایت بھی ابن مسعود ہی سے مروی ہے جو آگے قلم ڈالتا ہے، حالانکہ دوسری روایت بھی ابن مسعود ہی سے مروی ہے۔ اور کیسی صاف سند متفقہ ہے۔ یہی بنی ابن مسعود سے روایت کرتا ہے۔ قال المتفق من نسخها الطلاق والصدقة والعدس والميراث (ترمذی) انہوں نے کہا کہ متفقہ نسخہ ہو چکا ہے۔ اور ان کو طلاق میراث اور عیثیٰ نے نسخہ کیا ہے۔ علاوہ ابن مسعود کی اس روایت کے حضرت علی کی بھی ایک اسی مضمون کی روایت تفسیر بدشوہر جلد ۲ ص ۱۰۰ پر درج ہے: قال نسخ رمضان کل صوم ونسخ الزكاة كل صدقة ونسخ المتعة الطلاق والعدة والميراث ونسخة الصیحة كل ذبیحة وحریم فرمایا علیؑ نے رمضان سے کل روزے نسخ کر کے۔ اور زکوٰۃ نے کل صدقات نسخ کر کے۔ اور طلاق عدت میراث نے متعہ کو نسخ کر لیا۔ اور قربانی نے کل ذبیحات نسخ کر کے: ابن مسعود کی یہ روایت غزوہ بدر کے متعلق ہے۔ اور اس کے الفاظ صاف طور پر واضح کر دیتے ہیں کہ غزوہ بدر کے قبل ہی متعہ منسوخ تھا۔ اگر منسوخ نہ ہوتا تو اصحابہ کرام کو تجھ سے تنگ اگر خفی بننے کی التجا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلی عیدیں کو مد نظر رکھتے ہوئے متعہ کی اجازت دینے کے کیا معنی ہو سکتے تھے پس صحابہ کی التجا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اس امر کا بین ثبوت ہے۔ کہ متعہ منسوخ تھا۔ اگر اس کی وقتی اجازت بحالات جنگ دی گئی تھی مگر نہ صحابہ! خود متعہ کر لیتے۔ رسول کریم کو اجازت دینے کی زحمت نہ دیتے۔ چنانچہ روایت نمبر ۲ ہمارے

میں دعویٰ کی کامل طور پر تائید اور تصدیق کرتی ہے کہ یہ وقتی اجازت صرف تین دن کے لئے غزوہ مکہ میں دی گئی تھی۔

۲۔ دوسری روایت سیرہ ابن عبید جہنی سے احمد و مسلم روایت کرتے ہیں وہ یہ ہے۔ قال اذن لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم عام فتح مكة في متعة الناس فخرجت انا ورجل... ثم استمعت منها تخرج حتى حرمت اهل الله عليه وسلم (ترجمہ) اجازت دی ہم کو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال متوالتاً اس کی پس پانچ ٹپے میں اور ایک اور آدمی..... پس میں نے منع کیا۔

جواب یہ ہے کہ اگرچہ تو یہ اجازت ہی سے روایت کو پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے بعد کہ الفاظ کو گہر سے نہ نکلا جب تک کہ رسول کریم نے حرام نہ کر دیا اجازت یہ دیا جتنی سے بلا ذکر مفہوم کیا گیا ہے۔ کیا یہ الفاظ تنقیہ سے چھپائے گئے ہیں۔ یا کوئی اور وجہ ہے؟ گوئی روایت ہی ہمارے دعویٰ کے لئے کافی ہے لیکن ہم یہ رانجناہ باید رسانید کے مطابق سیرہ جہنی کی دوسری روایت انہیں جو مذکورہ حدیث سے پیش کرتے ہیں جو اس معاملہ کو زبردستی کی طرح صاف کر دیتی ہے بقول یا ايها الناس اني كنت اذن لكم في الاستمتاع الا وان الله حرمتها الي يوم القيمة رسول الله صلى الله عليه وسلم فرماتے تھے۔ اسے لوگوں نے تمہیں منع کیا کہ اجازت دی تھی مگر اب اللہ نے اُسے قیامت تک حرام کر دیا ہے۔

۳۔ بخاری میں ایک حدیث مسلم میں یہ روایات ابن کوح سے مروی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ قال اذن لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في متعة الناس فخرجت انا ورجل... ثم استمعت منها تخرج حتى حرمت اهل الله عليه وسلم (ترجمہ) اجازت دی ہے یہ دو آدمی، انا و رسول الله فاذن لنا المتعة (ترجمہ) محمد رسول کریم تشریف لائے اور ہمیں منع کیا کہ اجازت دی۔ دوسرا، قال كفاني



جیٹیش قاتانا رسول اللہ ص قال اللہ قد اذن لکم ان تسمتعوا فاسمعوا  
ترجمہ: ہم فوج میں تھے کہ رسول کریم کا ایک آدمی ہمارے پاس آیا کہ رسول کریم نے  
منہ کی اجازت دی ہے۔ تو ہم نے متو کیا۔

جواب: یہ بخیر آیات ایک ہی وقت کی میان کی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ الفاظ  
قریباً قریباً یکساں ہیں۔ چونکہ مختلف آدمیوں کی وساطت سے یہ روایات محدثین  
تک پہنچی ہیں۔ اس لئے قدس اختلاف لفظی پایا جاتا ہے۔ پس جہاں ان میں  
بہت کثرت کو پیش کیا گیا تھا۔ وہاں اگرچہ صحیح روایات کو بھی لکھا جاتا تو کیا اچھا ہوتا۔ ان  
کو حصر اخذ کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی۔ اور ہمیں جواب دینے کی رحمت اعلیٰ  
پڑتی۔ چونکہ روایت احمد و مسلم نے مسلم بن اکوع سے یہ نقل کی۔ قال رخصت  
رسول اللہ ص فی مشعۃ النساء عام فتح مکہ ثلاثۃ ایام ثم خضعنہا بعدھا  
ترجمہ: ابن اکوع نے لکھا کہ مکہ کے سال دین فلن کے لئے رسول کریم صلیم

نے ہمیں منہ کی اجازت دی تھی۔ پھر اس کے بعد منع فرما دیا۔ اسی قسم کی ایک اور  
حدیث مسلم بن اکوع کے بیٹے نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ جو لفظ آدمی  
کے باب المتحدین میں طرح طرح ہے۔ قال اذن رسول اللہ ص فی المشعۃ  
النساء ثم خضعنہ۔ (ترجمہ) مسلم بن اکوع نے لکھا کہ رسول اللہ ص نے متوالنساء کی  
پسے اجازت دی تھی۔ پھر منع کر دیا تھا۔ مسلم بن اکوع کی چاروں روایات سے ثابت  
ہوتا ہے کہ صحابہ کرام باریہ و خدمت تہجد کے منہ کے لئے ہے۔ اور حضور کے  
صعدہ اجازت کے بعد مرکب متو ہوئے۔ اگر نکاح کی طرح متو کی اجازت ہوئی  
اور یہ نص قرآنی ثابت ہوتا۔ جیسا کہ شیعہ صاحبان آیہ فاستمتعتم کو اس کی نص صریح  
قرار دیتے ہیں۔ تو صحابہ کا قبل ان اجازت متو سے اجتناب کرنا اور بعد صدور  
اجازت اس کا ترکیب ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اداس تقریب کی کوئی وجہ مقول معلوم

نہیں ہوتی۔ کہ کیوں نکاح کے واسطے کبھی صحابہ نے یہ التزام نہیں کیا کہ سفور سے پہلے اجازت بلکہ مشورہ تک لیں اور بعد میں نکاح کریں۔ اہدیس حالات حرمت متعہ میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کیونکہ اگر متعہ ایسا ہی حملہ پہلے دودھ تھا۔ تو اس کے لئے اس قدر شک و دوہلا کیا حاجت تھی۔ جس کو بھی خواہش ہو تو بے کھٹکے متعہ کر لیتا۔ حدیث سوم میں لفظ "فاستقصدوا" سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلمہ بن اکوع متعہ کشدگان میں نہ تھے۔ بلکہ اور لوگوں کے کیا تھا۔ یاں بہر صحیح بخاری میں اس حدیث کے بعد دوسری حدیث پیش ہے خود حضرت سلمہ بن اکوع کے یہ الفاظ ہیں: "فما ادری انی کان لنا خاصہ امر للناس عامہ" کہ معلوم نہیں یہ اجازت خاص صحابہ ہی کو تھی یا تمام امت کے لئے تھی۔

۴۔ در روایات مسلم کے باب الحج میں ابو ذر سے مروی ہیں۔ راول، قال: کانت لنا خاصۃ "ترجمہ: متعہ کی رسم کو اجازت تھی۔ دوم، کانت صلح المتعہ الا لنا خاصۃ" سو کے ہمارے کسی میں صلاحیت متعہ کی نہ تھی۔ جو اسباب۔ یہ روایات جیسا کہ ان کے محل وقوع سے ظاہر ہوتا ہے۔ متعہ الحج کے متعلق ہیں چنانچہ اس جگہ ابو ذر سے ایک اور روایت بھی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متعہ ہر حال میں تھا۔ قال کانت المتعہ فی الحج وصاحب محمد خاصۃ ترجمہ ابو ذر نے کہا کہ متعہ الحج اصحاب محمد کے لئے خاص تھا۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث نسائی میں مرقوم ہے جس سے بلا شک و شبہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ابو ذر کی روایات متعہ پر مبنی تھیں ہی کے متعلق ہیں یہ روایات ہمارے غرض بن بادل سے مروی ہے "قال قلت یا رسول اللہ! فہم الحج لنا خاصۃ ام للناس عامۃ فقال بل لنا خاصۃ" متعہ انصار کے متعلق ابو ذر سے ایک ہی روایت مروی ہے۔ اور وہ متعہ کی مشرعی کے بیان میں انہرہ لکن بجا چل ہے۔

۱۔ بخاری طحاوی تفسیر کبیر و تفسیر در ثمر میں عمار نے ابن عباس سے  
سُئل عن المتعة اسفاح ام نکاح فقال لا سفاح ولا  
نکاح قلت فما هي المتعة (ترجمہ) میں نے ابن عباس سے سوال کیا آیا  
متعہ نسا ہے یا نکاح۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ نہ نسا ہے نہ نکاح۔ بلکہ متعہ ان  
تین بخاری میں ابی حمزہ سے روایت ہے۔ "سئل ابن عباس عن متعة النساء  
فخرج فيها فقال لذي مولى له انما كان ذالك في النساء قلت والحال  
شديد فقال ابن عباس نعم (ترجمہ) سوال کیا گیا ابن عباس سے حوالہ نسا  
کے متعلق اس نے اجازت دے دی پھر اس کے نوکر نے اس کو کہا کہ یہ تو  
اس وقت تھا۔ جب کہ خود تول کی قلت تھی۔ اور حالت شدید لاشی ہوئی تھی  
ابن عباس نے کہا کہ ہاں۔

۲۔ جواب۔ پیشتر اس کے کہ ان روایات کا جواب عرض کیا جاوے یہ ضروری  
معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس کی ابتدائی زندگی کے متعلق چند واقعات درج کئے  
جائیں جن کی روشنی میں مفصل بالانسیات کی تفہیم باحسن وجہ عمل میں آئے گی  
آپ ایک سال قبل از ہجرت پیدا ہوئے اصابنے باپ کے ہمراہ نو سال مکہ میں  
رہے تھے جب آنحضرت ہجرت کے آٹھویں برس غزوہ مکہ کے لئے اس جگہ  
تشریف لائے تو حضرت عباسؓ کو جو انہیں راستہ میں مدینہ کی طرف جاتے ہوئے  
لے گئے روایات و مستورات مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ اس لئے کہ وہ غزوہ سابق  
ہی ابن عباس کی موجودگی میں ہوا تھا۔ اور فتح مکہ ہی۔ علاوہ اس کے آنحضرتؐ  
بھی تو تحیم ہی اگر ان کے سامنے بھی یہ غزوات ہوتے تو آپؐ میں احکامات  
شرعیہ کسے سمجھنے کی قابلیت نہ ہو سکتی تھی۔ لہذا آپؐ کو جو علم متعہ کے متعلق تھا  
وہ سماجی تھا۔ بہر کیف ان روایات کی تصدیق خود ان کی دیگر روایات سے ہوتی ہے



علاوہ الہیں حضرت علیؑ نے ایک روایت ابن عباس کے خلاف ارشاد فرمائی تھی  
 جو ان کی نابین عباس کی عدم اطلاع کی تائید کرتی ہے۔ جب ابن عباس کی  
 تصنیف کردہ تفسیر القرآن مروجہ ہے۔ تو سب سے اول یہیں اس تفسیر کا  
 مطالعہ کرنا لازم ہے۔ مگر ادھر ادھر کی بیہایات کی جستجو میں سرگردان ہونا چاہیئے  
 آیۃ اهلکم ما وراہ ذالکم کی تفسیر کے ماتحت میں آئے ان یتبعوا اباموالکم  
 محصنین غیر مصافحین فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن  
 فرايضۃ کی تفسیر آپ اس طرح کرتے ہیں۔ ان یتبعوا تزوجو اباموالکم  
 (الی الاربع) ویقال ان نشتروا باموالکم من الاماء ویقال ان یتبعوا باموالکم  
 فزوجہن وہی المتعة وقد نستخت لان محصنین متزوجہن غیر  
 مصافحین غیر من این بلانکہ فما استمتعتم استمتعتم بہ  
 منہن بعد النکاح فاتوہن فاتوہن اجورہن فرايضۃ ہر من کامل  
 ولا جناح علیکم ولا جرم علیکم فیما تراضیتم بہ فیما تنفعون  
 وتریدون فی المہر بالتراضی من بعد الفریضۃ الاولی الی صلیتم  
 لہ ان الله کان علیہا فیما احل بکم النکاح حکیمًا فیما احرام علیکم المتعة  
 اس آیت کی تفسیر پڑھنے کے بعد ابن عباس کا عقیدہ نسبت متو کے  
 اس قدم واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اس کی اور زیادہ تشریح کرنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے  
 آپ نے صاف الفاظ میں متو کے حکم کو مسخ شدہ تصور کیا ہے۔ علاوہ انہیں  
 بخلائی و تفسیر کثیر میں ابن عباس کے مروی ہے۔ اللہم انی اتوب الیک من  
 قول فی المتعة (ترجمہ) اے اللہ میں نے اپنے نسبت متو کے  
 توہم کی یہاں تک تو ابن عباس کی اپنی تفسیر اور روایات سے متو کی حلت کی تردید  
 کی گئی ہے۔ اب ہم ایک روایت حضرت علیؑ سے مروج کہ ابن عباس کی بیہایات

کے ذکر کو ختم کرتے ہیں۔ موطا مالک، بخاری و مسلم میں بروایت محمد بن نفیہ ابن علی حضرت علی سے مرقوم ہے۔ **انہ قال لا بن عباس انک رجل نائث ان رسول الله** **نهی عن المنعة** (ترجمہ) حضرت علیؑ نے ابن عباس سے کہا تحقیق تو مرد ہر گشت ہے۔ تحقیق رسول کریمؐ نے منع فرمایا ہے۔ بعینہی حدیث شیعوں کی کتاب محاسن بقیۃ تہذیبی صحیح ہے جس کا ذکر ابیہر بخاری ہے۔

**ابن مسلم کی کتاب الحج** میں عمران بن حصین سے مروی ہے۔ **تمنعنا مع رسول الله** **و لم یمنزل فیہ المقصود ان قال رجل فیہا برائہ ما شاء** (ابیہر بخاری) کے باب من تمنع بالعمرة ذی الحج میں یہی روایت ہے کہ ہمیشہ الفاظ سے منع ہے۔ (ترجمہ) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تنوع کیا کرتے تھے۔ اور قرآن میں مانع کی رویت مآثر نہیں ہوئی۔ اس ایک شخص نے اپنی رائے سے کہا محاسن نے چاہا۔

**جواب**۔ ان ہر تعلیمات کے محل انسلج سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ تنوع الحج کے متعلق ہیں۔ نہ کہ جمع النساء کے۔ پیراہ رنگوں کی چالاک ہے۔ کہ کہیں کی رنٹ کہیں نکالتے ہیں چھٹک یہ دونوں معایات غیر متعلق ہیں۔ اس لئے اسی قدر جواب پر اتفا کیا جاتا ہے۔

۷۔ **عبداللہ بن عمر** سے ایک روایت ترمذی کے باب الحج میں مرقوم ہے۔ کہ **فقال عبد الله بن عمر رضي الله عنهما فقال الشامي ان اياك قد نهي عنها فقال عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ان كان ربي متيها** **وصحها رسول الله** **ابو ربي يتبع ام** **امر رسول الله** **فقال السو جيل بل امر رسول الله صلى الله عليه وسلم (ترجمہ) ابن عمرؓ نے کہا متعطلان ہے شامی نے کہا تمہارے باپ نے تو منع کیا ہے ابن عمرؓ نے کہا تو نے دیکھا**

کہ خیر ہے باپ نے متوہم کیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے  
 حلال کیا تھا۔ کیا تو میرے باپ کا حکم مانے گا۔ یا رسول اللہ کا پس شامی نے کہا  
 البتہ حکم رسول اللہ کا۔

**جواب۔** سابقہ دورہ یا سنت کی طرح اس آیت کا عمل وقوع بھی صاف ظہور واضح کرتا  
 ہے۔ کہ ہدایت بھی قسح لٹج ہی کے متعلق ہے۔ اس لئے معاطہ زیر بحث سے غیر  
 متعلق ہے۔ عبد اللہ بن عمر رسول اللہ کی جانب سے متوالفہ کے حرام کئے جانے  
 کے بڑے دور سے مدعی ہیں چنانچہ آپ کی نہانی ایک حدایت طحاوی کے باب  
 المتعین درج ہے۔ "ان سرجل سال عبد اللہ بن عمر رضی عنہما عن المتعین  
 فقال حرام قال فان فلان يقول فيها قال لا الله لقد علم ان رسول  
 الله حرم ما يدم خبيرة وما كان ما فحين" (ترجمہ) ایک شخص نے  
 حمد اللہ بن عمر سے متوہم کی نسبت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ حرام ہے۔ تو  
 اس نے کہا کہ قلل اس کو حلال کتا ہے۔ اس پر آپ نے پھر فرمایا بخدا مجھے  
 علم ہے کہ رسول اللہ نے اسے بوم خیر کو حرام فرمایا تھا اور ہم زنا کرنا لے نہ تھے۔  
 ۸۔ نوکلافی ابن خطاب مازنی الا شقی درج ہے، اگر خطابت منع نہ کرتے  
 تو کوئی زنا نہ کرتا۔ مگر شقی۔ یہ ہدایت تفسیر ثعلبی و تفسیر نیشاپوری میں درج ہے۔

**جواب۔** اول تو تفسیر ثعلبی و تفسیر نیشاپوری اہل سنت کی معتبر کتابیں ہی نہیں  
 ہیں۔ دوم یہ روایت ان تفسیروں میں بلا سند است ہیں۔ ادب سے سند ہدایت  
 ہرگز لائق اعتبار نہیں ہوتی۔ سوم حضرت عمرؓ کی مخالفت متوہم بالکل مطابق ارشاد  
 نبوی ہے۔ جسے جناب امیر کی خیر فانی ہدایت واضح کرتی ہے۔ اگر حدیث نبوی  
 کے برخلاف حضرت عمرؓ کی حدیث پر حضرت علیؓ حملت کا خیال جا کر یہ فقرہ تراش  
 میں (تو یہ فتوہ بالہ من قال کذا) تو حضرت عمرؓ پر کیا الزام ہے۔ بلکہ حضرت عمرؓ پر



اعتراض کرنا دراصل حضورؐ پر اعتراض کرنا ہے۔ قولی غنی قول رسول پر کسی طرح فائق نہیں ہو سکتا۔

## حرمت متہ اور حضرت عمرؓ

احادیث متذکرۃ الصدور کو اگر تعمق نظر میں سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے متہ کو حرام تو ابتدا میں ہی کر دیا تھا۔ لیکن جب بعض غزوات خصوصاً غزوہ فتح میں آپ کے بعض اصحاب نے اپنی منکوحات سے لمبی چھائی کا شکوہ کیا۔ اور سختی ہو جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے مصلحت جس طرح بحالت اضطرار مرد و زن پر رکھانے شروع کیا اجازت ہے۔ اس حرام شدہ فعل کے ارتکاب کی باطنی جبروت دے دی تھی چنانچہ جس قدر ہدایات اور پروردگار تعالیٰ میں مان سب میں یا تو مصلحت کا لفظ ہے۔ اویسا آؤں گا۔ اور یہ اس امر کی صفات دلیل ہے۔ کہ متہ اس وقت حرام خدا۔ اللہ بغیر رسول کریم صلعم کی اجازت کے ارتکاب ناجائز تھا۔ چنانچہ آپ نے متہ کی اجازت تو ربی تھی۔ مگر..... جرم متہ سابقہ کو مفسوخ نہیں کیا تھا۔ بلکہ اسے قائم رکھنے ہوئے اس کے برعکس عمل کی چند منہ اجازت فرمائی تھی۔ اور پھر اس غدار تھی اجازت کے امکان کا اعادہ کو ہمیشہ کے لئے قطع کرنے کی خاطر ارشاد فرمایا تھا۔ کہ اب متہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ جیسا کہ سہر قاہن مقبہ جہنمی کی ہدایت سے ثابت ہوتا ہے۔ اس قسم کی وقتی اجازت سے بعض صحابہ کرام کو جنہیں شیعہ صحابہ ان مجوزین متہ کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔ شبہات غامضی ہو گئے۔ کسی نے وقتی اجازت سے عموم اجازت سمجھ لیا۔ اور بعض لوگوں نے یمن کی فی الجملہ نظر غائر تھی۔ وہ تو یہ سمجھے کہ متہ حرام ہے۔ اور اجازت نبوی بحالت اضطرار تھی۔ مگر مثل حالت تحریر

اس کی حدت بھی دائمی ہے۔ حالانکہ یہ قیاس صحیح نہیں۔ کیونکہ واقعات خاصہ مفید عموم نہیں جھٹکتے۔ علاوہ اس کے صحابہؓ کو جس قسم کی ضرورت متد لاحق ہوئی، اسکی شدت اس سے ظاہر ہے۔ کہ ان معدودین کے شدت ضرورت کے مقابلہ پر آفتہ ہو جانا راجح سمجھا۔ کیا آج کوئی مرد میدان ہے کہ غلبہ شہوت کی تکلیف کے مقابل میں آفتہ ہو جانے پر بلیا نظر آئے۔ البتہ اس سے نجات کی یہ صورت تھی کہ مضطرب کو مراجعت وطن کی اجازت دی جاتی۔ محمدؐ دیکھا یہ جاتا ہے۔ کہ اس وقت اشاعت و حفظ اسلام ایسا ضروری و متمم بالشان امر تھا کہ ہر طرح کی تکلیف جاتی و مالی پر بھی مراجعت وطن کا نہ صحابہ کو خیال آیا نہ حضور علیہ السلام نے اس کا حکم دیا۔ ادھر شخصی جتنا اول تو ضرور ممنوع دوسرے وہ قطع نسل اور نقیض اہل اسلام کا باعث پھر اس کی اجازت ہوتی تو کیسے ہوتی۔ ادھر عورتیں بجز متد کا رخ پرہیز نہیں۔ ایسی اضطرابی حالت بعد میں کب مسلمانوں کو لاحق ہوئی۔ فضل الہی سے بعض فتح مکہ مسلمانوں اور مجاہدوں کی کثرت ہو گئی۔ کما قال اللہ سبحانہ اذ اجلہ نصرہ اللہ و الفتح و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا و استأثرت اللہ ہمیشہ رہے گی پھر ایسی اضطرابی حالت پر اعتیاد ہی و آسانی کی حالت کو قیاس کرنا کب صحیح ہو سکتا ہے۔ اس لئے جس حالت مرد افتر پر متد کی حدت دائمی نہیں ہو سکتی تھی وہ یہ ہے کہ جہاں کہیں حضور اقدسؐ نے بقدر ضرورت اجازت دی ہے۔ فوراً ہی اس کی صراحت ممانعت بھی کر دی ہے۔ تاکہ کسی کو وقتی اجازت پر عموم اباحت کا شبہ نہ ہو جسے۔

شیعہ صاحبان نے احادیث حرمت متد کی تفسیر کی چند وجوہ بیان کی ہیں جن کا سلسلہ و اس جگہ ذکر کرنا نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔  
 وجہ اول "تطبیق آیات میں تکرار نسخ پیش کیا جاتا ہے۔ مگر تکرار نسخ غیر

معقول ہے؟

**جواب**۔ اگر مومن صاحبہ کو شامیہ معلوم نہیں کہ تحویل قبلہ کی کیا حالت رہی ہے۔ کہ میں کبھ قبلہ ہا اور ہجرت کے بعد بیت المقدس بننا چاہتا ہوں یا نہیں بعد چہر کعبہ ہمیشہ کے لئے قبلہ ہو گیا۔ یہ تکرار نسخ تحویل قبلہ میں اگر معقول ہے۔ تو متعہ میں بھی معقول ہونا چاہیے۔

**وجہ ثانی** یہ تکرار اجازت سے بھی غریبی متعہ ثابت ہے۔ حدیث مذکور فعل کی کبھی مکہ اجازت نہ ہوتی؟

**جواب**۔ تکرار اجازت تو ہرگز بھی مویہ تحسین نہیں خواہ متعہ من احصلہ مذکور ہو یا مستثنیٰ۔ بصورت اول جو وجہ پہلی اجازت کی ہے۔ وہی دوسری کی اور بصورت ثانی پہلی ممانعت صحیح اور دوسری اگر تکرار اجازت موجب استحسان متعہ ہو تو مضطر کے لئے بھی تکرار اجازت ضروری و متعہ موجب حسن ضروری و متعہ ہو گا۔  
**وجہ ثالثہ**۔ مقام تفسیح متعہ النساء کے متعلق روایات متحدہ اللفظ نہیں ہیں کہیں غیر کہیں اور طامس کہیں کہ اور کہیں حنین مقام تفسیح بتلایا گیا ہے جس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تفسیح کی کما فی غلط ہے۔ (ریحان المتعہ)

**جواب**۔ اول مجملہ حسیہ کہ اوپر واضح ہو چکا ہے۔ رخصت متعہ بحالت اضطرار عمل میں آتی۔ اور ہر بعد میں اس اجازت اضطراری کو فوراً منسوخ بھی کیا گیا۔ تو اگر یہ حالت اضطراری مختلف مقامات پر پیدا ہوتی رہی ہو تو کونسا تعجب کا مقام ہے۔ اور اس سے کس طرح تغلیظ تفسیح واقع ہوتی ہے۔ اور ایک ساتھ خاص حالات کے ماتحت ایک دفعہ اور ایک مقام پر واقع ہونے کی بجائے پانچ دفعہ اند پانچ مختلف مقامات پر واقع ہو جائے۔ تو اس سے اس سانحہ کے وقوع کی تغلیظ کس طرح ثابت ہوتی ہے۔



جواب دوم تفصیلاً۔ روایت خیبہ بن خبیر کے متعلق حضرت علیؓ کی دو روایات ہیں۔ ایک مسلم کی اور دوسری دارقونی مقدمہ المذکر کے الفاظ یہ ہیں: "ابو النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی نکاح المتعة یوم خیبہ وعن لحوم الحمر الاھلیۃ" اور مؤخر الذکر ان الفاظ میں مرقوم ہے۔ علیاً یقول لابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن المتعة النساء وعن لحوم الحمر الاھلیۃ عام خیبہ ان روایات میں کیوں یہ الفاظ نہیں کہ کسی دوسرے مقام میں تحریم متون نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ دوسرے مقامات کی تحریم کے منافی نہیں ہو سکتی۔ دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ غیر ظرف متہ حرمت متہ نہیں ہے۔ بلکہ ظرف حرمت لہوم حمہ الاہل ہے۔ اور اس کی دلیل وہ روایات ہیں جن میں ظرف بعد لحم ہمارا واقع ہے۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ کتاب اسیرہ کی روایت خالی عن الظرف تھی۔ جیسا کہ نو دشیدوں کی مقبرہ میں کتب اسرار شہذیب و اشبصار کے باب تفصیل النکاح و باب تحمیل المتعہ علی الترتیب میں لکھا ہے۔ قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ و کلام المتعة اور یہ بیان ظرف مبنی بر غلط فہمی ہے۔ جس کی تائید حافظ ابن البراء و سیل کے کلمات ہیں۔ قال الذہقانی فی شرح الموطا راعہ ابن عبد اللہ السمرانی ذکر النہی یوم خیبہ غلطہ المسیقلی انہ عشی لا یعرفہ احد من اھل السیر ولا ہدایۃ الاثر و روایت الا و طاس اس اوطاس کے متعلق سلمہ بن اکوع کی روایت ہے کہ رخصی لنا رسول اللہ ص عام اوطاس فی المتعة ثلاثہ منھا غنہ یا غزوہ اوطاس" اور چونکہ غزوہ اوطاس فتح مکہ سے واپسی میں ہوا تھا اس لئے یہ روایت کسی طرح بھی ہدایت فتح مکہ سے متعارف نہیں ہے۔ بلکہ دونوں صحیح اور متحد المعنی

ہیں۔ ایک چیز کے دو پتے بتلائے گئے ہیں۔ اور دونوں درست ہیں۔ خواہ عام  
ادھاس کو خواہ عام فتح کہ کیونکہ دونوں غریبوں کے ایک ہی سفر اور ایک ہی سال میں  
واقع ہوئے تھے۔

روایت حنین۔ نسائی میں عبد الوہاب کے تین شاگردوں عمرو بن علی و  
محمد بن بشار و محمد بن الثقفی سے جناب امیر کی تفسیر والی روایت بزرگوار عبد الوہاب  
درج ہے جس میں اول دو شاگرد و تیسری کو طرف حرمت متذکر بیان کرتے ہیں مگر  
تیسرے صاحب حنین کو طرف بتلاتے ہیں۔ اور یہ کتابت کی غلطی کے باعث  
ظہور میں آیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ روایت جناب امیر کی روایت میں تیسری  
روایت کرتے ہیں۔ اور عبد الوہاب کے اصحاب کی جیون سعید الدان کے اکثر  
شاگرد بھی تیسری کہتے ہیں۔ پس ابن ثقفی کی روایت ہمارے متذکرہ کا حکم  
مکمل ہے۔

روایت قلم مکہ۔ حرمت تائیدی کا حکم فتح مکہ میں ہی ہوا تھا۔ جیسا کہ  
ابو ذر سب سے التقدیبی رحمہ وسلم بن اکوع رحمہ کی متعدد روایات مذکورہ بالا  
سے صاف ظاہر ہے۔

یاد کرو متعدد احادیث حرمت متذکر کی موجودگی کے شیعہ صاحبان ہناب  
نافذی وغیرہ کو موجب حرمت متذکرہ کہتے ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں یہ حدیث  
آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ "کانت متخنان فی عیث رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم متفقہ الحج و منعة النساء انا حرمینہما" یا "انا  
نحی عنہما" اولیہ روایت بدری الفاظ کیسے ثابت نہیں۔ پسے یا سانیہ محمد شیعہ  
صاحبان اس کو ثابت کریں۔ اس کے بعد ان م دیں۔ البتہ تفسیر کیسے میں یہ روایت  
"ناضحیٰ عنہما" کے الفاظ سے درج ہے مگر یہ انہوں نے اپنی تحقیق سے

درج نہیں کی اور نہ اس کی صحت یا عدم صحت کے وہ ذمہ دار گواہ نہ چل سکتے ہیں  
 کیونکہ انہوں نے یہ روایت ان دو بات کے سلسلے میں من وعن نقل کی ہیں۔  
 جنہیں شیعہ ایمان متحد اپنے علم و دیانت کی بنا پر جواز منکر میں پیش کرتے ہیں چنانچہ  
 انہوں نے آخر تقریر میں فرما دیا ہے۔ ہذا جملہ وجوہ انعقادین یجوز  
 المتعہ اس کے بعد بھی اگر شیعوں صاحبان یہ کہیں کہ تفسیر کبیر میں چونکہ روایت  
 درج ہے۔ اس لئے اہل سنت اس کی صحت کے ذمہ دار ہیں۔ لغو محض ہو گا۔  
 اگر اعتراض بحث کے لئے ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ آپ نے لفظ "احرام" یا  
 "انہی" استعمال کئے تھے۔ تو پھر یہ معنی مجاز استعمال ہو کے ہیں۔ یعنی میں ان  
 کے حرام یا مسموع ہونے کی خبر دیتا ہوں۔ اگر کوئی رافضی اس مجازی معنی سے  
 انکار کرے تو اصول کافی الکلی میں جو یحیون ما یشاء دن و بیجہ و صون  
 یشاؤن الخ "و ترجمہ ہم حلال کہتے ہیں جسے چاہیں۔ اور حرام کہتے ہیں جسے  
 چاہیں درج ہے۔ وہاں حلال کو حرام ان کے حقیقی معنی میں استعمال کرنے سے  
 وہی قباحت لازم آتی ہے جو حضرت عمر کی نسبت شیعہ صاحبان اپنی کتابوں میں  
 بے دریغ لکھتے ہیں۔ پس جو جواب مجازی معنی کا منکر مؤخر الذکر فقرہ کا دے گا وہی  
 ہمارا جواب مقدم الذکر کا سمجھ لیا جائے۔ اگر کوئی رافضی اس جگہ پر کہنا چاہے کہ  
 اگر کلام چھوٹا نہیں بنی تھے۔ اس لئے انہیں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حلال و حرام  
 کرنے کا اختیار تھا۔ تو بیشک اس قسم کا دھوئے کرنے کے وہ ذرا اپنی اس مستحضر حدیث  
 کو ملاحظہ کر لیں۔ جو برہان المتوکلوفہ مولانا ابوالقاسم صاحب مجتہد الفلح پنجاب  
 کے مسئلہ میں بدیں الفاظ درج ہے: "حلال و حرام" حرام و حرام "تیا است  
 است۔ من ابن ماجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ علی النہر میں جو روایت درج ہے  
 کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن لنا فی المتعہ ثلاثاً اے فتح القدر

فقد حرمها والله لا اعلم احدا يستعمل وهو فحش  
 الاربع من بالعبادة الا ان ياتيني باربعة يشهدون ان رسول  
 الله انما يابى اذ حرمها ترجم تحقيق رسول الله نے فتح کو میں زمین روز کی  
 اجازت دی تھی۔ مگر پھر آپ نے اس کے بعد قیامت تک کے لئے حرام کر دیا  
 اب جس کو دعویٰ جواز کا ہو وہ چار گواہوں سے ثابت کر دکھائے کہ آپ نے  
 بعد اس تحریم کے پھر بھی کبھی اجازت دی۔ مگر ایسے عادلانہ اعلان پر بھی کوئی باقاعدہ  
 ثابت نہ کر سکا۔ سو جب کسی سے اس کو ثابت نہیں کیا تو اس میں حضرت عمرؓ کا  
 کیا قصور ہے۔ اگر شیعوں کے نزدیک اس کے ثابت نہ کرنے میں بھی حضرت  
 عمرؓ ہی کا قصور ہے۔ تو فاقوا بسورة من مثله (ترجمہ) لا واس کے مثل  
 کوئی نیت اس میں بھی مفسدین اور منکرین کے عظیم اقتدار معارضہ میں حق سبحانہ  
 کو ہی طرم ٹھہرانا پڑے گا۔ اور منکرین الزام سے بری سمجھے جائیں گے۔ اور ان کا  
 الدمان کا سکوت ان کے دعوے کے بطلان کی حقیقت نہ ہوگی۔ جب جناب  
 فاروقؓ نے یہ اعلان پر سر منبر علیؓ سے اس کا مشہاد فرمایا تھا۔ تو باوجود اس امر کے  
 کہ کل صحابہ جمع تھے۔ مگر کسی نے بھی اس حکم کی تردید نہیں فرمائی تھی۔ جس سے یہ  
 اہل نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ان سب کو منہ کے حرام ہونے کا علم تھا۔ ورنہ ایسی خاموشی  
 منہج بکفر ہے یہ

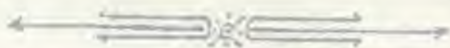
۱۔ بیوی نے اولیات عمرؓ میں تحریم خود بلفہم علیؓ لکھا ہے۔ بخند انت۔۔۔ اس نے یہ  
 مینوس حد سے غیر متعلق ہے۔ یقیناً اس سے مراد مجمع الحج ہے۔ یعنی فسخ الحج الی العمرة جسے جرہ  
 اصحاب نے جائز نہیں سمجھا اور حضرت عمرؓ سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے۔ اس تاہید میں مانعہ  
 سند یہ ہے۔ یا رسول اللہ! فسخ الحج لخاصۃ الناس عامۃ قال بل لنا۔ رواہ الترمذی۔



اس اعتراض کی زد سے بچنے کے لئے شیعوں نے فوراً اصحابِ کرام کی خاموشی کو حضرت عمرؓ کی ہیبت کی نفرت منسوب کر دیا ہے۔ اس جگہ چونکہ ان کو کوئی اور ذریعہ نجات نظر نہیں آیا اس لئے مجبوراً آپ کی ہیبت تک شجاعت کی حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ حالانکہ دوسری جگہ جہاں ان کو آپ کی مفروضہ بے عقلی کو ثابت کرنا منظور تھا مباحثوں نے خلیفہ وقت کو تو محض ایک مٹی کا بت بنا دیا۔ اور ایک حقیر حرمت میں بذریعہ محپ اس قدر جرأت و ہمت بھر دی ہے۔ کہ وہ سر مجلس آپ کو عین خطبہ کے دوران میں روک کر یہ الفاظ کہتی ہے: "وَأَسَدُكُمْ أَحَدًا هُنَّ قَضَارًا فَلَا تَأْخُذْ وَاسْمُهُ شَيْتَانُ" اگر یہ بات درست ہے تو کیا کُل اصحابِ رسول میں اس عورت کے برابر بھی خیریت ایمانی نہ تھی کہ چپ چاپ بیٹھے خطبہ سنتے رہے۔ اور پھر نہ صرف اس محض سننے پر ہی اکتفا کیا۔ بلکہ اپنی زندگی بھر بھی کسی ایک شخص کو اس کے خلاف عمل پیرا ہونے کا خیال تک نہ آیا۔ کیا حضرت عمرؓ کی وہ سابقہ ہیبت اس موقع پر کسی نے عام شامانگ لی تھی۔ جس نے ایک دفعہ تو کل مردوں کے منہ پر مر سکوت لگا دی۔ اور دوسری دفعہ ایک عورت کی زبان کو بھی لگام زد دے سکی پرافنیوں کا قلم پیسہ پھینکے جاوے گا کی جاوے گی چھڑی ہے۔ جس کی مدد سے ایک منٹ میں ایک شخص کو شیرستان بنا دیتے ہیں۔ اور دوسرے میں اسی کو شیر قالین میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

چلو اگر اعتراضِ بحدث کے لئے ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہی مسئلہ کو حرام کیا ہے۔ اس جگہ قدسِ ثانیہ موال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آپ نے یہ کیا تو کیوں؟ اس کا جواب شیعوں کی کتابوں میں بھی لکھا ہے۔ کہ آپ معاذ اللہ چونکہ نفس پرست اور طالبِ دنیا تھے۔ اس لئے مخالفتِ دین کی وجہ سے آپ نے یہ فعل کیا ہے۔ ناظرین و ناظرین فرمائیں اگر آپ نفس پرست اور طالبِ دنیا

ہوتے۔ تو مخالفتِ دین کی وجہ سے اس کام کو ترک کرتے۔ جس سے نفس کو  
تخلیفِ اٹھانی پڑتی ہے۔ اس صورت میں دین کی مخالفت بھی ہو جاتی۔ اور مطالب  
نہایت نفس کی موافقت بھی یا سانی میسر آتی ہے۔ برعکس اگر کہ جو اشیاء مخالفتِ نفس ممتد  
ہوں۔ ان کو تو مخالفتِ دین کی وجہ سے اختیار کیا جاوے۔ اور جو چیزیں موافقِ نفس  
مسرکش ہوں۔ ان کو اسی دین کی مخالفت کی بنا پر چھوڑا جائے۔ اگر نفس پروردی کی  
بنا پر مخالفتِ دین کفری تھی۔ تو پنجگنا پابندیِ اوقات سے رہائی حاصل کرنے کے  
لئے بلا عقد شرعی جمع الصلوٰۃ کا حکم دیا ہوتا۔ یا مقررۃً آلام سے بچنے کے لئے  
کچھ کو بھوٹ پر مشا رکرنے کی ہدایت کی ہوتی۔ اگر حضرت عمرؓ کا یہ فعل نفس پروردی  
مخالفتِ دین کی وجہ سے ہے۔ تو دنیا کی تاسخ میں ایک مثال تو ایسی نفس پروردی  
مخالفتِ دین کی وجہ سے بتلاؤ جس نے اپنے لئے عیشِ اندوزیوں کی کثرت کو حرام  
اور زحمت کیوں کی فراوانی کو مباح قرار دیا ہو۔ اگر اس قسم کی نفس پروردی مخالفتِ دین  
منقہ ہے اور یقیناً ہے۔ اگر اس قسم کی دنیا طلب مخالفتِ دین کی مثال تاسخِ عالم  
یا معدوم ہے اور یقیناً ہے۔ تو شمارِ ادھو سے غلط اور شمارِ الزامِ افترا اور بہتان  
عظیم ہے۔

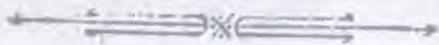


واقعه عبرت

حضرت غوث علی شاہ صاحب قلندر بری قادیان متو کے متعلق ایک واقعہ  
عبرت پر بیان فرماتے ہیں جو مذکورہ غوثیہ کے حصہ ۱۱ سے نقل کیا جاتا ہے۔ یہ  
ہے اس سے ولدا و گان متو عبرت حاصل کر کے قول و فعلاً تائب ہو جائیگی  
لکھنؤ میں ایک امیر زادہ شہزادہ ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ اتفاق سے اس

تاریخ نکاح قرار پائی بوقت خود آیا۔ اللہ بامر تمام ایک بائیس پر سوار کر کے ہم کو بھی لے گیا۔ اور حسب وعدہ ہم کو علیحدہ مکان میں اتارنا کوئی آدمی راست گندمی ہو گئی کہ نوشہ کا باپ بزم خفقہ میں شریک ہونے کے لئے ہم کو لے گیا۔ صیق شروع ہونے کو تھا کہ ایک دایہ سر محفل آئی کہ کہنے لگی کہ اس ٹیک بجنت پار میں لڑکی کو پانچ عینہ کا مل بھی ہے۔ مگر حرام کا نہیں بلکہ مستند شرعی کا ہے۔ یہ بات سن کر دولہا چونکا اور جیسا کا نہ کا تھا کہ میں نکاح نہیں کرتا۔ ہر چند لوگوں نے سمجھایا۔ ایک نہ مانی۔ اس کے باپ نے ہم سے کہا کہ صاحب یہ آپ کا معتقد بہت ہے۔ کچھ آپ بھی اس کو سمجھائیے۔ پورا لوگ سامتا نہیں۔ تا چارہم نے پاس جا کر کہا کہ صاحبزادہ وجہ الکار کیا ہے۔ بولا کہ حضرت یہ بچپن کی چات ملی ہوئی آئندہ کب چھوٹے گی۔ ہم نے کہا کہ میاں جیب تیار سے مذہب میں یہ امر جائز و درست ہے۔ تو بڑا کیوں سمجھتے ہو کہ کیا صاحب ایسے مذہب کو بھی سلام ہے۔ اس کے باپ نے کہا میں کیا تو سنی ہو گیا۔ بولا کہ ہاں پہلے تو نہ تھا۔ مگر اب بے شک ہو گیا۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا محفل درہم برہم ہو گئی۔ جو بھی اپنے مکان کو چلے آئے صبح کو امیر زادہ آیا کہ حضرت نجمہ کو مرید کیلئے ہم نے کہا کہ بھائی ہم ہیں قادر علی اہم کو ان سے عداوت ہے۔ پیر بات کیونکر بنے گی۔ رع اس کی رسوائی میں ہے جس سے تجھے یہ ہے۔

جواب دیا حضرت گدشتہ سے توبہ اور آئندہ کو ان کا غلام ہوں۔ جب اس نے بہت اصرار کیا۔ تو مجبوراً ہم نے معاف کر لیا۔ زمانہ قدر تک تو اس کے خط آتے رہے۔ پھر کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ خفا چاہنے لگتا تھا۔ یہی ہے یا نہیں۔ فقط



## ایک متعہ کرنے والی کی حیرت

ایک ہندو لادہ مورق پر ستر کے دفتر میں ایک متعہ کو جائز سمجھنے والی اور اس کی حیرت مند عقیقہ پاکہ دامن شیعہ عورت اپنی لڑکی کے ایک متعہ ہی کی قسم کے مقدمے کے سلسلہ میں قانونی مدد حاصل کرنے کے لئے آئی ہوئی تھی۔ اس نے بیان کیا کہ ہم میں متعہ جائز ہے۔ چنانچہ فلاں ثواب نے فلاں عورت سے متعہ کیا ہوا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا اس کے لئے ثواب کی بھی قائل ہو۔ کہ اگر ایک دفعہ متعہ کیا جائے تو امام حسین رحمہ اللہ پر مل جاتا ہے۔ یہ سن کر وہ چونکی۔ کہ امام حسین کا درجہ! شہید کر بلا کا درجہ!! مظلوم شیوا کا درجہ کسی کو نہیں مل سکتا، کبھی نہیں مل سکتا۔

مرد عورت کے عارضی تعلق سے انکار نہیں ٹھٹھے کے تعلق سے!! امام حسین کا درجہ مل جاتا ہے!! غلط ہے۔ جھوٹ ہے۔ شیعوں کی اڑائی ہوئی بات ہے۔ ہتان سے۔ اقرار ہے۔ نتیجہ اس قائل نہیں ہو سکتے۔ عہد کا درجہ ملتا ہوگا۔ وہ عمر جس کا ہم بت بناتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ یہ کرتے ہیں۔ وہ کرتے ہیں۔ اسے بتایا گیا۔ کہ ملی صحابہ شیعوں ہی کا عقیدہ ہے۔ بولی ایسی خباثت کی بات نہ کرو شیعوں کے کان تلک جب یہ بات پہنچے گی کہ ان کے امام کی ایسی عزت گھٹانی جاتی ہے۔ کہ متعہ کرنے والے کو ان کا ہم مرتب بنایا جاتا ہے۔ تو وہ آپہلے سے باہر ہو جائیں گے۔ اور بڑا فساد مچا ہوگا۔

اس عقیقہ شیعہ عورت کو بتایا گیا کہ اس ثواب کے قائل ہونے سے شیعہ لادہ رجسٹرین ہیں۔ تو بھی اسے یقین نہ آیا۔ اور بولی کہ شیعوں نے ایسی توہین کی بات لکھ کر شیعوں کی طرف منسوب کر دی ہوگی۔ پھر غصے سے بولی کہ اگر



تم سچے ہو تو لکھ دو کہ شیعہ واقعی متو کوا یا پڑ ثواب فعل یقین کرتے ہیں۔ میں  
 ابھی ثواب صاحب کے ہاں جا کر پوچھتی ہوں کہ یہ کیا بکواس ہے۔ چنانچہ اسے  
 کتاب برہان التو مصنف فخر المفسرین۔ لسان المتکلمین۔ جمیعہ الفقہاء والحدیثین  
 قدوہ المحصلین۔ محی الملّت والشریعہ۔ صاحب الملک الملکیہ۔ مولانا الحاج السید  
 ابوالقاسم مدظلہ کے حوالہ سے لکھ دیا گیا۔ کہ صفحہ میں لکھا ہے کہ جو شخص ایک بار  
 متو کرے۔ وہ ہمارے حسین ہے۔ دوبار کرے۔ دوبار کرے۔ تو امام حسن علیہ السلام  
 درجہ پانے۔ تین بار کرے۔ نو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور چار بار کرے۔ نو حضرت  
 رسول خدا کا۔

یہی صاحبہ تحریر لے کر ثواب صاحب کے ہاں پہنچیں۔ وہاں سے مکمل ہوا  
 کہ کتاب موصوفی کے مولف صاحب کے فرزند رشید شمس العلماء علامہ حائری  
 صاحب کے پاس دس پورہ جواز۔ چنانچہ ثنائکہ دوڑاتی وہاں پہنچیں۔ حضرت  
 مسجد میں رونق افروز تھے۔ اس نے پرچہ سامنے ڈال دیا۔ اور عرض کیا حضرت  
 اس کا جواب ابھی آئے ہیں۔ کہ یہ بات غلط ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ درجہ متعدد جیسے  
 فعل سے نہیں مل سکتا۔ بولے اس کا جواب فوراً نہیں دیا جاسکتا۔ تین دنوں  
 لکھ دیں گے۔ بلکہ چاپ کمر بر سر صاحب کی میٹھک پر پہنچا دیں گے۔ یہ جواب  
 پا کر اور اپنا سامنے لے کر آپ واپس آئیں۔ اور نہایت عداوت سے بولیں کہ  
 ہم جو نہیں ایسی ویسی عورتیں ہیں مسئلے کی کیا خبر۔ حائری صاحب جواب دینے  
 بر سر صاحب نے فرمایا۔ علامہ صاحب کچھ جواب نہیں دے سکتے۔ ہم نے  
 اصل کتاب پڑھ لی ہے۔ واقعی وہ اس ثواب کے مسئلہ کا رو نہیں کر سکتے۔ چنانچہ  
 اس بات کو دہرایا ہو گئے۔ ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اور وہ  
 آسکتا ہے۔

ناظرین آپ نے دیکھ لیا۔ کہ ایک شیعوں کی جس نے جائز سمجھ کر  
کئی بار متو کیا۔ وہ بھی اس کے ثواب کی قائل نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کے خمیر نے  
یہی گواہی دی کہ یہ کام ثواب کا نہیں۔ اس کے مرگب کو امام حسین کا ہمدرد بنانا  
بست برمی بات ہے۔ اگر یہ کار ثواب ہوتا۔ تو ان کے آئمہ کرام نے بھی کئی بار متو  
کیا ہوتا۔ چنانچہ میں شیعوں کی حضرات نہیں بتا سکتا۔ اور نہ بتا سکتے ہیں۔ کہ ان کے  
بارہ اماموں میں سے کس کس نے متو کیا۔ اور ان سے کون کون امام  
پہلے آئے۔

۴۰ کئے افسوس کی بات ہے۔ کہ متو جیسے حرام فعل کے متعلق کیا جائے  
کہ جو اس کام کو کب نہ ہو۔ اس کا ایمان کامل نہیں (حقیقہ بیان المتو) جو عورت متو  
کر لے۔ بخشی بخشی ہے۔ متو سات کن فالہ پر مقدم ہے۔ حقیقہ ضرورت نہ  
جو پھر جی متو کرنا چاہیے۔ متو مسکرات (شراب وغیرہ) کا عوض ہے۔ حقیقہ  
خدا متو کرنے والوں پر درود بھیجتا ہے۔ حقیقہ متو عورت سے بات کرنے  
اس کی طرف ہاتھ بڑھانے سے ٹپکنا ملتی ہیں۔ اللہ صحت سے تمام گناہ بخشتے  
جاتے ہیں۔ فارغ ہو کر غسل کرنے سے تمام بدن کے بالوں یعنی نیکیاں ملتی ہیں  
حقیقہ۔ اور غسل کے ہر قطرے سے ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ جو کہنے کرانے والوں  
کے حق میں استغفار اور متو نہ کرنے والوں کے لئے تاقیامت لعنت کرتے  
رہتے ہیں۔ حقیقہ جو شخص ایک بار متو کرے۔ اس کا سوم حصہ جسم و نفس سے  
آزاد ہو جاتا ہے۔ اور وہ خود خدا سے جبار کے غضب سے امن حاصل کر لیتا  
ہے۔ دوسری دفعہ کرنے سے اس کا دوسرا حصہ آگ سے رہائی پالیتا ہے  
اور وہ ابراہیم میں شمار ہو جاتا ہے۔ تیسری بار کرنے سے اس کا تمام وجود عذاب  
نار سے محفوظ۔ اور اس کا حق ہو جاتا ہے۔ کہ وہ رسول خدا کا جنت میں مزار

بسم اللہ الرحمن الرحیم استغفر اللہ ربی من ہذا الخرافات ۔

## آریاؤں کے چیلنج کا شیعہ مجتہد جواب دیں

آریاؤں نے مدت سے نیوگ اور منہ پر ایک کتاب چھاپ رکھی ہے۔ جس میں نیوگ کو منہ سے افضل قرار دیا ہے۔ دائرۃ الاصلاح کوئی پارہ شیعہ حضرات کی توجہ آریاؤں کے دعوے کا رد کرنے کی طرف مبذول کر چکا ہے۔ مگر صدائے برنخاست جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے مجتہدین کے پاس کوئی جواب نہیں۔ ہم آریا صاحبان کے جواب میں بتا دینا چاہتے ہیں کہ اہل سنت منہ کو ایسا ہی بڑا سمجھتے ہیں جیسا نیوگ کو کیونکہ نہ کوئی آریہ یہ تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ وہ نیوگ کا نتیجہ ہے۔ اور نہ کوئی شیعہ یہ اعلان کر سکتا ہے کہ وہ منہ جیسے بڑا ثواب فعل کا ثمر ہے۔

تمام شد

# شیعہ مذہب کیوں ناقابل قبول ہے؟

## اس کے چار عجیب و غریب مسئلے

ناظرین! آپ کو معلوم ہو گا کہ جب کوئی شیعہ عالم متاخر، اور شاہنشاہی سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہو۔ تو وہ اپنے مذہب کو قابل قبول ثابت نہیں کر سکتا۔ اس لئے ان کے امام فرما گئے ہیں کہ جو شخص اس دین کو چھپائے گا۔ اللہ اس کو عذاب دے گا۔ اور جو اسے ظاہر کرے گا۔ خدا سے ذلیل کرے گا۔ (اصول کافی صفحہ ۴۸) یہ اصول صرف اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ اس مذہب کے عقائد عجیب و غریب ہیں۔ اور منقول انسان انہیں تسلیم کرنے کے لئے کبھی آمادہ آمادہ نہیں ہو سکتا۔ ۱۔ شیعوں مذہب کی حقیقی کل کو چلانے والا چلتا پرزہ مسئلہ تقیہ ہے۔ ان کے عقائد کے مطابق یہ دین کا پہلے ہے۔ اور باقی دین ۱۰ جو تقیہ نہ کرے اس کے لئے قوی ہے کہ وہ بے دین ہے۔ بے ایمان ہے۔ (لادین لمن لا تقیہ) لا ایمان لمن لا تقیہ (کافی)

تقیہ کیا چیز ہے؟ کافی میں مثالیں دے کر اس کو حل کیا گیا ہے۔ جامع مانع تعریف اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ جہاں ذرا سا بھی جان و مال کا خطرہ ہو وہاں تقیہ لازم ہو جاتا ہے۔ تقیہ کر کے غلط مسئلہ پر صاف کر دینا جیسا کہ شیعہ مذہب کے امام جعفر نے امام اعظم رحمہ سے کیا۔ (کتب الروضۃ ص ۱۱۱) دشمنوں کے ساتھ توڑ کا حکم دے دینا (ص ۱۱۱) اپنے مذہبی جائزہ فعل کو حرام قرار دے دینا جیسا کہ امام جعفر رحمہ اور امام علی رضوانہ نے اپنی عورت سے خلوت وضع فطری فعل کرنے کو حرام قرار دیا۔ (کتب استبصار ص ۱۳) حرام گوشت کو حلال قرار دے دینا (فروع



کافی کتاب الصید ص ۸۵) حضرت علیؓ کو بھی بوقت خطرہ تبرک لینا۔ (اصول کافی ص ۳۸۵) غیر حقدار کی بیعت کر لینا (جواز الیون ص ۵۷) وصولت حیدریہ ص ۸۵) جن میں بدعتیں اور غلطیوں نے پر بھی ناس سے مس نہ ہونا (اصول کافی کتاب الحج) شوہروں سے عورتیں چھینی جائیں۔ معافیاں منبسط ہو جائیں۔ مگر کچھ مدافعت نہ کرنا (کتاب الروضہ ص ۲۹) حق چھین جائے ہنگ حرمت ہو جاتے۔ یعنی بیٹا سے کوئی بجز نکاح کے لئے تو صبر کر کے پیٹھ رہنا (اصول کافی ص ۲۸۱)

۲۔ شیعہ مذہب کا دوسرا پچسپ مسئلہ متعہ ہے۔ جس کے متعلق اس کتاب میں مفصل بحث ہو چکی ہے۔

۳۔ تیسرا پچسپ اور تحقیقی مسئلہ شیعوں کا طہیثت ہے۔ دانی سے ترجمہ شیعہ مقبول بابت پارہ فہم کے ص ۷۷ میں اس مسئلہ کی توضیح کی گئی ہے۔ مفہوم اس کا یہ ہے۔ کہ امام باقرؑ سے سوال کیا گیا ہے کہ شیعوں میں عام طور پر جو فسق و فجور کا ارتکاب اور اہل کان اسلام سے نفرت پائی جاتی ہے۔ اس کا کیا سبب ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ اس مٹی کا اثر ہے جو ابتدائے آفرینش میں شیعوں کی مٹی کے ساتھ مل گئی۔ اس لئے جو شیعہ بدی کرتے ہیں۔ وہ سنیوں کی گندمی مٹی کی وجہ سے ہے۔ اور جو سنی نیکیاں کرتے ہیں۔ وہ شیعوں کی پاک مٹی کا اثر ہے۔ اللہ عادل ہے۔ وہ قیامت کے دن شیعوں، بدیاں سنیوں دے دیگا۔ اور سنیوں کی نیکیاں شیعوں کو دے کر انہیں جنت میں اور انہیں دوزخ میں ڈال دے گا۔ یہی مضمون شیعوں کی کتاب تحفۃ العارفین مؤلفہ سدا مداو حسین صاحب میں ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷-۲۸-۲۹) اور نیز حیات القلوب وغیرہ میں مسئلہ طہیثت کے وضع کرنے سے بھی مقصد ہے کہ لوگ متعہ سے خوب عیش کریں اور عواقب سے بے خوف ہو جائیں۔ کیونکہ ان کو تو کوئی باز پرس ہونی ہی

نہیں۔ کہے گا وڑھی والا پڑا جائے گا موچھوں والا۔

۴۔ چوتھا پر لطف مسئلہ شیعوں کا رجعت ہے۔ اس مسئلہ کے گھڑنے کی بانیاں مذہب کو اس لئے ضرورت لاحق ہوئی۔ کہ شیعوں کو دنیا میں کبھی وجاہت اور اکثریت حاصل نہیں ہوئی۔ ان کے امام بھی بقول ان کے ہمیشہ تقیہ میں رہے۔ اور دوسروں کے ظلم کا تختہ مشق بن کر یا مقتول ہوئے یا مسموم۔ حالانکہ وعدہ خداوندی ہے۔ کہ وہ ایمانداروں کو خلافت و عزت و شوکت عطا کرے گا۔ شیعوں کے مذہب پر جارہنے کے لئے انہوں نے بطور طفل تسلی مسئلہ رجعت وضع کیا۔ کہ پہلی دفعہ اگر امام اور شیعہ دنیا میں دوسروں کے محتاج رہے۔ تو کیا ہوا قیامت سے پہلے پھر لوٹ کر آئیں گے۔ اپنے مردہ شیعوں کو زندہ کریں گے۔ اور دشمنوں کے گڑے مردے بھی اکھاڑیں گے۔ اور ان کو طرح طرح کے عذابوں سے ماریں گے۔ انکے آثار متبرکہ کو منہدم۔ روضہ نبویؐ کی دیوار شنی اور مقربان آنحضرتؐ سے بدسلوکی کریں گے۔ کعبہ کو اگر پھر بنائیں گے۔ ان فرض دنیا میں کسی غیر شیعہ کو نہیں چھوڑینگے پھر وہ ہوں گے اور ان کے شیعہ صدیوں عیش و آرام سے حکومت کریں گے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جو لوگ پہلی دفعہ دشمنوں کے مقابل کچھ نہ کر سکے وہ دوسری بار کیا کریں گے۔

خوب معلوم ہے رجعت کی حقیقت لیکن

دل کے خوش کرنے کو بیشک یہ خیال اچھا ہے

نیز اس مسئلہ رجعت نے اسلام میں جو جو فتنے پیدا کئے ان سے آج تک مسلمانوں کو چین نصیب نہیں ہو رہا۔ چنانچہ اس عبداللہ بن مباہودی کے گھڑے ہوئے مسئلے کے متعلق فاضل امرتسری حضرت علامہ مولانا محمد عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف ”الکاوید علی البغادیہ“ جلد دوم کے صفحہ ۶۴ پر لکھتے ہیں۔ بہر حال یہ عقیدہ رفتہ رفتہ قرامطہ و ملاحدہ شام و مصر میں ہوتا ہوا اعریان نبوت ایران تک

پہنچ گیا۔ تو انہوں نے بھی اپنے آپ کو مظہر الہی اور بروز محمدی ثابت کیا۔ اور اس پر رجوع کا رنگ چڑھا کر تمام شریعت محمدی ہی کو بدل ڈالا اور کہہ دیا کہ محمدؐ کی ہی شریعت تھی۔ وہ آپؐ ہی واپس آکر اس کو بدل رہے ہیں۔ کسی کا کیا دخل ہے۔ ایرانی مدعی رخصت ہوئے۔ تو قادیان میں یہ رجعت بروزی رنگ میں ظاہر ہو گئی۔ اور جو کچھ اس نے کرنا تھا کر دکھلایا، اور مرنے سے پہلے مسیح قادیانی نے کہہ دیا کہ میں قدرت ثانیہ بن کر پھر دنیا میں آؤں گا۔ تو مرزا یوں میں بیسیوں مدعی کھڑے ہو گئے۔ اور جب دوسرے آزاد منش لیڈروں نے دیکھا کہ اسلام میں ختم رسالت کی مٹروٹ کر اجرائے رسالت کی اور جاری ہو چکی ہے۔ تو انہوں نے بھی اپنی نبوت چلتی کی۔ اور جابجا نبوت بازی کا کھیل شروع ہو گیا۔ اور عبداللہ بن سبا کی روح خوش ہو گئی۔ مگر اس موقع پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ شیعہ قدیم میں رجوع کا مسئلہ اسی لئے قائم کیا گیا تھا۔ کہ امام الزمان جناب امام مدعی کے وقت خاندان رسالت اور جماعت زید دونوں کا بروز ہو گا۔ اور واقعہ کہ بلا پھر پیش آئے گا جس میں زیدیوں سے بدلہ لیا جائے گا۔ اور یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ اس رجوع کے وقت اسلام ہی تبدیل یا منسوخ ہو جائے گا۔ لیکن آج کل بروزوں نے ساری کاپیا ہی پلٹ ڈالی ہے۔ اور رجوع کو ایسے بُرے طریق پر استعمال کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا کی روح بھی پھر ک اٹھی ہوگی اور بے ساختہ کہتی ہوگی کہ یہ تو ہمارے ہی باپ نکلے۔

بڑے میاں تو بڑے میاں تھوٹے میاں مجاہد اللہؒ

سکے قواعد بھی ہیں۔ مگر فی الحال ہم انہیں پر اکتفا کرتے ہیں۔ حسن الدین سہروردی

ملنے کا پتہ۔

نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور